دیوانِ داغ



داغ دہلوی

National Press Urdu Literature Series No. 19

DEWAN-I-DAGH

BY

FASIH-UL-MULK

Nawab Mirza Khan Dagh Dehlvi

دیوان داغ

مصنفہ

مرزا داغ دہلوی

ALLAHABAD

RAM NARAIN LAL

PUBLISHER AND BOOKSELLER

1934

Annas Ten.

باسمہ سبحانہ

دیوان داغ

بہ رنگِ بوئے گل ہے ہر نفس یادِ الٰہی میں
قیامت تک بھریگی دم نسیمِ صبحدم میرا

سلامت منزلِ مقصود تک اللہ پہنچا دے
مجھے آنکھیں دکھاتا ہے ہر اک نقشِ قدم میرا

کہیں سودائیانِ عشق کو تفریح ہوتی ہے
بہت چھانا ہوا ہے باغِ فردوس و ارم میرا

الٰہی کعبۂ تسلیم میں یوں باریابی ہو
بڑھے لبیک کہکر پیشتر سب سے قدم میرا

مجھے آباد کرتا ہے مجھے برباد کرتا ہے
خدایا دین و دنیا میں کرم تیرا ستم میرا

تری بندہ نوازی ہفت کشور بخش دیتی ہے
جو تو میرا جہاں میرا عرب میرا عجم میرا

الٰہی نقش ہو کلمہ رسول اللہ کا دل پہ
چلے کونین میں نام محمدؐ سے درم میرا

جلوں گا حشر تک اے داغؔ میں سوزِ محبت سے
نہ دیگی ساتھ تا روزِ جزا شمعِ حرم میرا

اللہ رے مرتبہ مرے عجز و نیاز کا
گویا جواب ہے یہ ترے کبر و ناز کا

یوسف کو چاہ میں تو مسیحا کو چرخ پر
عالم دکھا دیا ہے نشیب و فراز کا

مجھکو نہ کیونکر اسکی غلامی سے فخر ہو
محمود ایک بردہ ہو جس کے ایاز کا

کونین جس کے ناز سے چکرا رہے ہیں داغ
میں ہوں نیاز مند اُسی بے نیاز کا

تو جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا
یا نبی خوب ہوا خوب ہوا خوب ہوا

شبِ معراج یہ کہتے تھے فرشتے باہم
سخنِ طالب و مطلوب ہوا خوب ہوا

حشر میں اُمتِ عاصی کا ٹھکانا ہی نہ تھا
بخشوانا تجھے مرغوب ہوا خوب ہوا

تھا سبھی پیشِ نظر معرکۂ کرب و بلا
صبر میں ثانیِ ایوب ہوا خوب ہوا

داغ ہے روزِ قیامت مری شرم اُسکے ہاتھ
میں گناہوں سے جو محجوب ہوا خوب ہوا

دونوں جہاں میں بوئے محمد ہے عطر بیز
کونین میں ہے رنگ فقط ایک پھول کا

طاعت خدا کی اور اطاعت رسول کی
یہ ہے طریق دولتِ دیں کے حصول کا

یہ داغ ہے صحابۂ عظام کا مطیع
یہ داغ جاں نثار ہے آلِ رسول کا

یہاں بھی تو وہاں بھی تو زمیں تیری فلک تیرا
کہیں ہم نے پتہ پایا نہ ہرگز آج تک تیرا

صفات و ذات میں یکتا ہے تو اے واحدِ مطلق
نہ کوئی تیرا ثانی ہے نہ کوئی شریک تیرا

جمالِ احمد و یوسف کو رونق تو نے بخشی ہے
ملاحت تجھ سے شیریں حسن شیریں میں نمک تیرا

ترے فیض و کرم سے نار و نور آپس میں یکجا ہیں
ثنا گر یک زباں ہر ایک ہے جن و ملک تیرا

کسی کو کیا خبر کیوں خیر و شر پیدا کیے تو نے
کہ جو کچھ ہے خدائی میں وہ ہے لاریب و بے شک تیرا

نہ جلتا طور کیونکر کس طرح موسیٰ نہ غش کھاتے
کہاں یہ تاب طاقت جلوہ دیکھے مرد حق تیرا

دعا یہ ہے کہ وقتِ مرگ اسکی مشکل آساں ہو
زباں پہ داغ کے نام آئے یارب بیکسیا تیرا

بیخود ہے وصال میں بیہوش ہجر میں
کیا جانتے مجھ سے کب وہ ملا کب جدا ہوا

جس سے کیا تپاک اُسی نے کیا ہلاک
جو آشنا ہوا وہی نا آشنا ہوا

آباد کس قدر ہے الٰہی عدم کی راہ
ہر دم مسافروں کا ہے تانتا لگا ہوا

اے کاش میرے تیرے لئے کل یہ حکم ہو
لیجاؤ اُن کو خلد میں جو کچھ ہوا ہوا

کس کس طرح سے اسکو جلاتے ہیں رات دن
وہ جانتے ہیں داغ ہے ہم پر مٹا ہوا

اتنا تو بتا دے مجھے اے ناصحِ مشفق
دیکھا ہے کہ اس ماہ لقا کو نہیں دیکھا

ایسی نظرِ شوخ میں تمکین نہیں دیکھی
اس طرح تغافل میں حیا کو نہیں دیکھا

یہ اسکو رہی خاک نشینوں سے کدورت
اپنے بھی تو نقشِ کفِ پا کو نہیں دیکھا

جب داغ کو ڈھونڈھا کسی تنہا نے نہیں پایا
گھر میں کبھی اس مردِ خدا کو نہیں دیکھا

زباں ہلا دو تو ہو جائے فیصلہ دل کا
اب آ چکا ہے لبوں پر معاملہ دل کا

خدا کیواسطے کر دو معاملہ دل کا
کہ گھر کے گھر ہی میں ہو جائے فیصلہ دل کا

اگرچہ جان پہ بن بن گئی محبت میں
کسی کے منہ پہ نہ رکھا کبھی گلہ دل کا

کچھ اور بھی تجھے اے داغ بات آتی ہے
وہی بتوں کی شکایت وہی گلہ دل کا

اُس بزم میں شریک تو جا یا نجائیگا
میں جاؤں گا اگر ہرا سا یا نجائے گا

دل لیکے اسکی بزم میں جایا نجائیگا
یہ مدعی بغل میں چھپایا نجائے گا

لے حشر اعتبار کہ ہم ہیں شہید ناز
مردوں کی طرح ہمکو اُٹھایا نجائے گا

دل کیا ملاؤ گے کہ ہمیں ہو گیا یقیں
تم سے تو خاک میں بھی ملایا نجائے گا

اے داغ تجکو رزق کی خواہش نا ہے غیر سے
اتنا یہ غم کھلائیگا کھایا نجائے گا

مجھے کوسیں بلا سے گالیاں دیں
مگر وہ نام لیں ہر بار میرا

کہوں گا حشر میں یہ کون میں کون
مزا دے جائے گا انکار میرا

خدا یا حشر کے دن وہ پکارے
کہاں ہے طالب دیدار میرا

قیامت ہے سُنے وہ سر جھکائے
خدا کے سامنے اظہار میرا

مجھے تم جانتے ہو داغ میں ہوں
کہیں جاتا ہے خالی وار میرا

کوئی تجھ پر بے غرض مرتا نہیں
جانفشانی کا مزا جاتا رہا

آپ وہ اپنے نگہباں بن گئے
پاسبانی کا مزا جاتا رہا

دوسرا کوئی نہ تجھسا بن سکا
نقش ثانی کا مزا جاتا رہا

نامہ بر سے طے کئے سارے پیام
مُنھ زبانی کا مزا جاتا رہا

داغ ہی کے دم سے تھا لطف سخن
خوش بیانی کا مزا جاتا رہا

دیکھو جو مسکرا کے تم آغوشِ نقشِ پا — گستاخیاں کرے لبِ خاموشِ نقشِ پا
پائی مرے سراغ سے دشمن نے راہِ دوست — اے بیخودی مجھے نہ رہا ہوشِ نقشِ پا
میں خاکسارِ عشق ہوں آگاہِ رازِ عشق — میری زباں سے حال سُنے گوشِ نقشِ پا
آئے بھی وہ چلے بھی گئے میری راہ سے — میں نامراد والہ و مدہوشِ نقشِ پا
یہ کون میرے کوچہ سے چھپ کر نکل گیا — خالی نہیں ہے فتنوں سے آغوشِ نقشِ پا

یہ داغ کی تو خاک نہیں کوئے یار میں
اک نشۂ وصال ہے آغوشِ نقشِ پا

یہ بات ہے بہار چمن ہی کیواسطے — آیا نہیں پلٹ کے زمانہ شباب کا
میں اک سوال کر کے پشیمان ہو گیا — لچھا بندھا ہوا ہے ہزاروں جواب کا
جب میں کروں سوال تو کہتے ہو چپ رہو — کیا بات ہے جواب نہیں اس جواب کا

اے زلفِ یار وجہ بھی کچھ پیچ و تاب کی
اے چشمِ یار کوئی سبب ہے عتاب کا

آج راہی جہاں سے داغ ہوا — خانۂ عشق بے چراغ ہوا
ایسی کیا بو سما گئی تم کو — ہم سے جو اسقدر دماغ ہوا
کیا اثر ہے کہ غنچۂ تصویر — اُس کے ہنسنے سے باغ باغ ہوا
آسماں گر گیا نظر سے مری — عرش پر جب مرا دماغ ہوا

بعد استاد ذوق کے کیا کیا
شہرت افزا کلامِ داغ ہوا

آخر کو عشق کفر سے ایمان ہو گیا | میں بت پرستیوں سے مسلمان ہو گیا
مے تو حلال ہے جو پیے دھت بے بادہ نوش | میں توبہ کر کے اور پشیمان ہو گیا
رندانِ بے ریا کی ہے صحبت کسے نصیب | زاہد بھی ہم میں بیٹھ کے انسان ہو گیا
اُمید ہے کہ بہرِ عیادت وہ آئیں گے | آزار میری جان کو ارمان ہو گیا

لو اے بتو سنو کہ وہ داغِ صنم پرست
مسجد میں جا کے آج مسلمان ہو گیا

تجھے نامہ بر قسم ہے یہیں ان سے رات کرنا | کوئی ایک بات پوچھے تو ہزار بات کرنا
نہیں اور خوف قاصد مگر ایک بات کرنا | جو رقیب بھی وہاں ہو بہت التفات کرنا
ہمیں گلشنِ جہاں میں یہی داغ آخری ہے | اُسی باغباں کو واپس ثمرِ حیات کرنا

وہ کریم کیا نہیں ہے وہ رحیم کیا نہیں ہے
کبھی داغ بھول کر بھی نہ غمِ نجات کرنا

چُپ رہیں گے حیا سے وہ کب تک | غصہ الزام سے تو آئے گا
دل کا آنا ہے کام سے جانا | جائے گا کام سے تو آئے گا

کبھی اپنا بھی روز خوش لے داغ
دور ایام سے جو آئے گا

ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نہ کرنا
تمہیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا

ہماری میت پہ تم جو آنا تو چار آنسو گرا کے جانا
ذرا رہے پاس آبرو بھی کہیں ہماری ہنسی نہ کرنا

کہاں کا آنا کہاں کا جانا وہ جانتے ہی نہیں یہ رسمیں
وہاں ہے وعدے کی بھی یہ صورت کبھی تو کرنا کبھی نہ کرنا

لئے تو چلتے ہیں حضرتِ دل تمہیں بھی اس انجمن میں لیکن
ہمارے پہلو میں بیٹھ کر تم ہمیں سے پہلو تہی نہ کرنا

نہیں ہے کچھ قتل انکا آساں یہ سخت جاں ہیں بری بلا کے
قضا کو پہلے شریک کرنا یہ کام اپنی خوشی نہ کرنا

ہلاک انداز وصل کرنا کہ پردہ رہ جائے کچھ ہمارا
غم جدائی میں خاک کر کے کہیں عدو کی خوشی نہ کرنا

مری تو ہے بات زہر ان کو وہ انکے مطلب ہی کی نہ کیوں ہو
کہ ان سے جو التجا سے کہنا غضب ہے انکو وہی نہ کرنا

ہوا اگر شوق آئینے سے تو رخ رہے راستی کے جانب
مثالِ عارض صفائی رکھنا برنگ کاکل کجی نہ کرنا

وہ ہے ہمارا طریق الفت کہ دشمنوں سے بھی مل کے چلنا
یہ ایک شیوہ ترا ستمگر کہ دوست سے دوستی نہ کرنا

ہم ایک رستہ گلی کا اس کی دکھا کے دل کو ہوئے پشیماں
یہ حضرتِ خضر کو جتا دو کسی کی تم رہبری نہ کرنا

بیانِ دردِ فراق کیسا کہ ہے وہاں اپنی یہ حقیقت
جو بات کرنی تو نالہ کرنا نہیں تو وہ بھی کبھی نہ کرنا

مدار ہے ناصحو تمہیں پر تمام اب اسکی منصفی کا
ذرا تو کہنا خدا لگی بھی فقط سخن پروری نہ کرنا

روئے ہم یاس میں اس رنگ کا رونا کیسا
پانی ہو ہو کے بہا خونِ تمنا کیسا

بخشدے اس بتِ سفاک کو لے داورِ حشر
خون ہی مجھ میں نہ تھا خون کا دعوےٰ کیسا

ڈھونڈتے پھرتے ہو بازار میں کیا ہم دینگے
مفت ہاتھ آئے تو فرماؤ وہ سودا کیسا

ڈوبتے ہیں عرقِ شرم میں غیرت والے
ڈوب مرنے ہی پہ جب آئے تو دریا کیسا

تیرے قربان کوئی دم بھی تو تکرار رہے
دل ہمارا ہے ہمارا ہے تمہارا کیسا

قیس و فرہاد کے قصے تو سنا کرتے ہو
داد دو اسکی کہ ہمنے تمہیں چاہا کیسا

ہم حقیقت میں سمجھتے ہیں اُسے تکیہ کلام
آپ دل لیکے کہے جائیے کیسا کیسا

مجھکو یہ شکوہ کہ اقرارِ وفا جھوٹا تھا
اُن کو یہ ناز کیا ہم نے یہ وعدہ کیسا

مجھسے بھی دل نہ لیا غیر کی بھی جان نہ لی
آگیا ہے تمہیں یہ اپنا پرایا کیسا

غیر کا ذکرِ وفا اور ہمارے آگے
داغ اس بات سے جلتا ہے کلیجا کیسا

بُرا ہے شاد کو ناشاد کرنا
سمجھکر سوچکر بیداد کرنا

غمِ دنیا و دیں میں مبتلا ہوں
مرے مولا مری امداد کرنا

چھپانا راز وصل احباب سے داغ
پھر ارمان مبارک یاد کرنا

تو ہی اپنے ہاتھ سے جب دلربا جاتا رہا — دل کی بھی پروا نہیں جاتا رہا جاتا رہا
جس توقع پہ تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی — جو بھروسا تھا نہیں وہ آسرا جاتا رہا
میں نے دیکھا انکی زلفوں کو تو فرمانے لگے — آپ کا دل کھل پڑا الجھ ہو گیا جاتا رہا
مرگ دشمن کا زیادہ تم سے ہے مجھکو ملال — دشمنی کا لطف شکووں کا مزا جاتا رہا
دیکھو دیکھو مجھ پہ برساتے رہو تیر نگاہ — صید جب ہم آنکھ سے اوجھل ہوا جاتا رہا
کس قدر ان کو فراق غیر کا افسوس ہے — ہاتھ ملتے ملتے سب رنگ حنا جاتا رہا
اب کئی دن سے وہ رسم و راہ بھی موقوف ہے
ورنہ پرسوں نامہ بر آتا رہا جاتا رہا

اے نزاکت تیرے قربان کہ وقت رخصت — وہ کہیں ہم سے کہ گھر تک نہیں جایا جاتا
فتنہ سازی مرے دل کی بھی قیامت ہوتی
گر ترے کوچے کی مٹی سے بنایا جاتا

بلا سے جو دشمن ہوا ہے کسی کا — وہ کافر صنم کیا خدا ہے کسی کا
دعا مانگ لو تم بھی اپنی زباں سے — کہ پورا ہو جو مدعا ہے کسی کا
ادھر آ کلیجے سے تجھکو لگا لوں — تجھی پر تو دل آ گیا ہے کسی کا
کسی کی تپش میں خوشی ہے کسی کی — کسی کی خلش میں مزا ہے کسی کا
ذرا ڈال دو اپنی زلفوں کا سایہ — مقدر بہت نارسا ہے کسی کا

مری بزم میں آ کے وہ پوچھتے ہیں
بُرا حال ہم نے سُنا ہے کسی کا

ستم ہی کیئے جاؤ ہم بھی ہیں حاضر
ہمیں حوصلہ دیکھنا ہے کسی کا

نہ بچے جان کسطرح تیری ادا سے
قضا پر کہیں بس چلا ہے کسی کا

مری التجا پر بگڑ کر وہ بولے
نہیں مانتے اس میں کیا ہے کسی کا

تمنا کرتے ہیں چھیڑ کر گالیاں ہم
وگرنہ کوئی سر پھرا ہے کسی کا

بظاہر نجانے نجانے نجانے
تجھے داغ دل جانتا ہے کسی کا

دل کو تاکا تو مرے بجان جگر چھوڑ دیا
اس طرف بھی نہ کوئی تیر نظر چھوڑ دیا

کیا نزاکت کی شکایت ہے غنیمت جانو
ہمنے لپٹا کے گلے وقت سحر چھوڑ دیا

داغ وارفتہ طبیعت کا ٹھکانا کیا ہے
خانہ برباد نے مدت ہوئی گھر چھوڑ دیا

بتوں نے ہوش سنبھالا جہاں شعور آیا
بڑے دماغ بڑے ناز سے غرور آیا

اُسے حیا اِدھر آئی اُدھر غرور آیا
مرے جنازے کے ہمراہ دور دور آیا

جہاں میں لاکھ حسیں ہوں تو ہوں انکو رشک نہیں
قیامت آگئی جب وہ فتنۂ نام حور آیا

عدو کو دیکھ کے آنکھوں میں اپنی خون اترا
وہ سمجھے بادۂ گلرنگ کا سرور آیا

قسم بھی وہ کبھی قرآن کی نہیں کھاتے
یہ رشک ہے انھیں کیوں انھیں ذکر حور آیا

کہا جب اُس نے تہِ تیغ کون آتا ہے
پکار اُٹھا دل مشتاق و ناصبور آیا

لگا دئیے ہیں تجلی کی یہ تو اے موسیٰ
کہ سُرمہ بنکے جو آنکھوں میں کوہ طور آیا

الٰہی اشک مصیبت کی آبرو رکھنا   یہ بیکسی میں بُرے وقت پر ضرور آیا
شہید ناز بھی عاشق مزاج بھی میں ہوں
اسی لئے ملک الموت بن کے حور آیا

پہلا جان مری روٹھ کے جانا تیرا   ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا تیرا
تو جو لے زلف پریشان رہا کرتی ہے   کس کے اُجڑے ہوئے دل میں ہے ٹھکانا تیرا
اپنی آنکھوں میں ابھی کوند گئی بجلی سی
ہم نہ سمجھے کہ یہ آنا ہے کہ جانا تیرا

کیا لطف ستم یوں اُنھیں حاصل نہیں ہوتا   غنچے کو وہ ملتے ہیں اگر دل نہیں ہوتا
انکار رہا خواب میں بھی وصل سے اُسکو   معشوق کسی حال میں غافل نہیں ہوتا
ایسا تو نہ ہو حشر میں تکرار کی ٹھہرے   تو اپنی خطا پر کبھی قائل نہیں ہوتا
غمزہ بھی ہو سفاک نگاہیں بھی ہوں خونریز   تلوار کے باندھے سے تو قاتل نہیں ہوتا
انکار تو کرتے ہو مگر یہ بھی سمجھ لو
بیوجہ کسی سے کوئی سائل نہیں ہوتا

مزا ہر ایک کو تازہ ملا ہے عشق جاناں کا   نگہ کو دید کا لب کو فغاں کا دل کو ارماں کا
نہیں معلوم اک مدت سے قاصد حال کچھ انکا   مزاج اچھا تو ہے یادش بخیر اُس آفت جاں کا
یہ کیا ہے آج غیروں سے مری تعریف ہوتی ہے   یہ کیا ہے خود بیاں ہوتا ہے اپنے جور پنہاں کا
فلک پردہ بنا اہل زمیں کی پردہ پوشی کو   مگر اس دشمن جاں نے کسی کا عیب کب ڈھانکا
بنا کر اپنا دیوانہ الگ بچکر چلے جانا   ترے دامن سے لپٹا ہے کہیں پیوند گریباں کا

کسی کی شرم آلودہ نگاہوں میں یہ شوخی ہے — اسے دیکھا اُسے دیکھا اِدھر تاکا اُدھر جھانکا

تری آتش بیانی داغ روشن ہے زمانے پر
پگھل جاتا ہے مثلِ شمع دل ہر اک سخنداں کا

سرِ محفل مجھی سے تجھکو ظالم پردہ کرنا تھا — پھر اُس پر یہ قیامت غیر کے دامن سے منھ ڈھانکا
بہت آنکھیں ہیں پیارے فرشِ رہ چلنا دیکھکر ظالم — کہیں نازک میں کانٹا چبھ نہ جائے گوشۂ مژگاں کا
رہی اُن سے ہمارے دل ہی دل میں گفتگو جبتک — مزا آتا رہا کیا کیا شکایتہائے پنہاں کا

ہمارے داغِ عصیاں داغ کیا کیا رنگ لائینگے
گماں گذرے گا دوزخ پر بھی جنت کے گلستاں کا

محبت میں کرے کیا کچھ کسی سے ہو نہیں سکتا — مرا مرنا بھی تو میری خوشی سے ہو نہیں سکتا
کیا ہے وعدۂ فردا انھوں نے دیکھئے کیا ہو — یہاں صبر و تحمل آج ہی سے ہو نہیں سکتا
چمن میں ناز بلبل نے کیا جب اپنے نالے پر — چٹک کر غنچہ بولا کیا کسی سے ہو نہیں سکتا
نہ رونا ہے طریقے کا نہ ہنسنا ہے سلیقے کا — پریشانی میں کوئی کام جی سے ہو نہیں سکتا
ہوا ہوں اس قدر محجوب عرضِ مدعا کر کے — کہ اب تو عذر بھی شرمندگی سے ہو نہیں سکتا

خدا جب دوست ہے اے داغ کیا دشمن سے اندیشہ
ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہیں سکتا

وہ بت کرے خدائی کی باتیں خدا کی شان — جو حرف پڑھ سکے نہ کلام مجید کا
زاہد کمالِ پیرِ مغاں تجھ سے کیا کہوں — مرشد وہاں خطاب ہے ادنیٰ مرید کا

اس ادا کا کوئی نقشِ وفا میں نہیں جواب
بیٹھا ہوا ہے سکہ ترے زر خرید کا

یہ کشش تھی حسن جاناں کی کہ آ سکے بزم میں
شمع کے نزدیک شب کو کوئی پروانہ نہ تھا

تم سے کیا شکوہ کہ دل بھی دشمن جاں ہو گیا
یہ تو اپنا دوست ہی تھا کوئی بیگانہ نہ تھا

تم تو اُسکو پیچ میں سو سو طرح لائے مگر
مفت دیتا دل تمہیں داغ ایسا دیوانہ نہ تھا

تھی نہ تاب ستم تو حضرت دل
عاشقی کو سلام کرنا تھا

کیوں کیا غیر پر ستم تو نے
یہ ہمیں پر تمام کرنا تھا

داغ جہاں سرائے دنیا میں
اور چندے قیام کرنا تھا

بلا سے اضطراب و درد ہی بنکر ٹھہر رہنا
کسی صورت سے تم رہنا مگر دل میں مگر رہنا

برائی اور بھلائی جبکہ تیرے ہاتھ ہے اپنی
تو چھوڑا ہم نے راضی آج سے تقدیر پر رہنا

گذاری میں تمہاری رات یہ کہکر وہ اب آئے
ذرا اے چشم تر تھمنا ذرا اے دل جگر رہنا

تجھے وہ جانکر بیخود کہیں کہہ دیں نہ غیر سے دل کی
خبردار اے دل اُسکی بزم میں تو بیخبر رہنا

ڈرو اللہ سے اے داغ دیکھو ہوش میں آ جاؤ
بتوں کی یاد میں غافل خدا سے اسقدر رہنا

ترے خرام سے برپا ہے شور و شر کیسا
اُٹھا یہ فتنہ قیامت سے پیشتر کیسا

سنبھل سنبھل کے بگڑتا ہے کچھ دل بیتاب
الٰہی آج یہ صدمہ ہے جان پر کیسا

یقین تھا کہ پسِ مرگ چین آئیگا — قرار اس دلِ بیتاب کو مگر کیسا
نکل سکی نہ مرے منھ سے آہ بھی پوری — اثر کی کس کو توقع ہے یاں اثر کیسا
ہم اپنے دل کی حقیقت تمہیں سے پوچھتے ہیں — اب اس کا حال ہے کیا تھا یہ پیشتر کیسا

کمال عشق ہے اے داغ محو ہو جانا
مجھے خبر ہی نہیں نفع کیا ضرر کیسا

پیکان یار سینے سے کیونکر نکال دوں — یہ ہے خدا کی دین کہ دل دوسرا دیا
تا حشر منکرین قیامت نہ مانتے — تجھکو بنا کے اُس کا نمونہ دکھا دیا

سمجھیں گے خوب اُس بتِ ناآشنا سے داغ
گر ایک بار اور خدا نے دکھا دیا

نہ آیا نامہ بر اب تک گیا تھا کہکے اب آیا — الٰہی کیا ستم ٹوٹا خدایا کیا غضب آیا
غضب ہے جس پہ دل آئے کہیں انجان بنکر وہ — کہاں آیا کدھر آیا یہ کیوں آیا یہ کب آیا
بسر کیونکر کرینگے خلد میں ہم واعظِ ناداں — ہمارے جدِ امجد کو نہ واں رہنے کا ڈھب آیا

گیا جب داغ مقتل میں کہا خوش ہو کے قاتل نے
مرا آفت نصیب آیا مرا ایذا طلب آیا

دل لے کے مجھے تڑپایا آنکھوں نے کیا رسوا — اپنوں سے ہوا یہ کچھ بیگانوں سے کیا ہوتا
غیروں کی شکایت پر فرقت کی حکایت پر — گر تم نہ خفا ہوتے تو کون خفا ہوتا
تھا غیر بھی ساتھ اُنکے کترا کے گئے مجھسے — یہ خیر ہوئی ورنہ جھگڑا ہی ہوا ہوتا
محفل میں سنایا تھا افسانۂ غم میں نے — الزام یہ رکھا ہے خلوت میں کہا ہوتا

انکار ستائشی نے مجھے کیا مزا دیا / سینے پہ چڑھ کے اسنے خنجر سے پالا دیا
جو کچھ ہوا تھا دل تجھے اسے بیوفا دیا / تقدیر نے بنا کے بگاڑا دیا دیا بنا دیا
احسان مانتا ہوں ستمہائے غیر کا / بگڑا ہوا مزاج تمہارا بنا دیا
بخشا گیا جو داغ سیہ کار دیکھنا
جنت کہیں کی آگ لگا دی جلا دیا

چال زلف سیاہ نے مارا / تیر کافر نگاہ نے مارا
کھا گیا مغز ناصح ناداں / مجھکو اس خیر خواہ نے مارا
ضبط کر درد عشق کو اے دل / اس تری آہ آہ نے مارا
خوش ہے کافر بھی اسکی رحمت پہ / ہائے اس اشتباہ نے مارا
دیکھا اسے داغ اہل دنیا کو
ہوس عز و جاہ نے مارا

عاشقی سخت تر مصیبت ہے / ہمکو یہ کام عمر بھر میں پڑا
گر نہیں تھا کوئی جبیں فرسا / کیوں نشاں تیرے سنگ در میں پڑا
جلوہ گر دل ادھر ادھر رخسار / فرق ان کی تری نظر میں پڑا
جب چلا داغ کوئے قاتل کو
ایک کہرام اس کے گھر میں پڑا

دل پر اضطراب نے مارا / اسی خانہ خراب نے مارا
میری آنکھوں سے ہے عیاں مرگ / نرگس نیم خواب نے مارا

یاد کرتے ہو غیر کے اشعار — ہائے اس انتخاب نے مارا
دل لگاوٹ نے کر دیا بسمل — اور پھر اجتناب نے مارا
مجھ کو بیتاب دیکھ کر بولے — آپ کے اضطراب نے مارا
دیکھ کر جلوا غش ہوئے موسیٰ
داغ مجھکو حجاب نے مارا

گر ذوق سیر ہے تجھ کو تو دیکھ میرے دل کو — یہ بھی ہے اک نمونہ جام جہاں نما کا
ٹھکرا کے فلک سے پھینکا گیا ہے زمیں پر — مشت غبار اپنا بازیچہ ہے صبا کا
جس راہ سے وہ گزرے ڈالی بنائے محشر — فتنہ بنا نگہباں ہر چشم نقش پا کا
اس پردے نے تمہارا نام اور بھی نکالا — یہ بھی کوئی حیا ہے جو نام ہو حیا کا
دست ہوس بڑھا کر کیوں مرتبہ گھٹایا — سمجھی نہ یہ زلیخا دامن ہے پارسا کا
کم ہو گا داغ سا بھی مکار اب جہاں میں
اس بت پہ شیفتہ ہو اور نام لے خدا کا

واللہ مجھ سے آنکھ چرایا نہ کیجیے — ملتی نہیں ہے دل کی طرح سے نظر بھی کیا
سن کر فسانہ قیس کا ظالم نے یہ کہا — عاشق خراب خستہ ہے بیشتر بھی کیا
ملتے ہی اس سے آنکھ جو غش آگیا مجھے — غل مچ گیا کہ سخت بلا ہے نظر بھی کیا
کیوں داغ کے سوال سے چپ لگ گئی تمہیں
آیا نہیں جواب سمجھ بوجھ کر بھی کیا

آنکھ کے ملتے ہی باہم چھا گئیں حیرانیاں — آئینے کی شکل یاں عالم وہاں تصویر کا

ہائے وہ دن ہو کہ دل تھام کر تجھ سے کہے
آہ ظالم تیرا نالہ بھی ہے کس تاثیر کا

عشق اُس رعنا جواں کا داغ کرتا ہے ستم
نام ہے بدنام ناحق آسمانِ پیر کا

کیا ذوق ہے کیا شوق ہے سو مرتبہ دیکھوں
پھر بھی یہ کہوں جلوۂ جاناں نہیں دیکھا

محشر میں وہ نادم ہوں خدا یہ نہ دکھائے
آنکھوں نے کبھی اُسکو پشیماں نہیں دیکھا

ہر چند ترے ظلم کی کچھ حد نہیں ظالم
پر ہم نے کسی شخص کو نالاں نہیں دیکھا

ملتا نہیں ہمکو دلِ گم گشتہ ہمارا
تو نے تو کہیں اے غمِ جاناں نہیں دیکھا

لو اور سنو کہتے ہیں وہ دیکھکے مجھکو
جو حال سُنا تھا وہ پریشاں نہیں دیکھا

کیوں پوچھتے ہو کون ہے یہ کسکی ہے شہرت
کیا تم نے کبھی داغ کا دیواں نہیں دیکھا

وہ قتل کر کے مجھے ہر کسی سے پوچھتے ہیں
یہ کام کس نے کیا ہے یہ کام کس کا تھا

وفا کریں گے نباہیں گے بات مانیں گے
تمہیں بھی یاد ہے کچھ یہ کلام کس کا تھا

اگرچہ دیکھنے والے ترے ہزاروں تھے
تباہ حال بہت زیرِ بام کس کا تھا

ہر اک سے کہتے ہیں کیا داغ بیوفا نکلا
یہ پوچھے اُن سے کوئی یہ غلام کس کا تھا

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا
تمام رات قیامت کا انتظار کیا

ہنسا ہنسا کے شبِ وصل اشکبار کیا
تسلیاں مجھے دے دے کے بیقرار کیا

یہ کس نے جلوہ ہمارے سرِ مزار کیا
کہ دل سے شور اُٹھا ہائے بیقرار کیا

کہاں کا صبر کہ دم پر ہے بن گئی ظالم
بتنگ آئے تو حالِ دل آشکار کیا

تڑپ پھر اے دلِ ناداں کہ غیر کہتے ہیں
اخیر کچھ نہ بنی صبر اختیار کیا

نہ پوچھ دل کی حقیقت مگر یہ کہتے ہیں
وہ بیقرار رہے جس نے بیقرار کیا

فسانۂ شبِ غم اُن کو اک کہانی تھی
کچھ اعتبار کیا کچھ نہ اعتبار کیا

کسی کے عشقِ نہاں میں یہ بدگمانی تھی
کہ ڈرتے ڈرتے خدا پر بھی آشکار کیا

بنے گا مہرِ قیامت بھی ایک خالِ سیاہ
جو چہرہ داغؔ سیہ رو نے آشکار کیا

دلِ عاشق اسیرِ گیسوؤں کے جال میں دیکھا
طلسمِ عشق تو دیکھو کہ شیشہ بال میں دیکھا

گنہ تھا عشق تو اے داورِ محشر مقر ہوں میں
یہی اک تو نے میرے نامۂ اعمال میں دیکھا

ہوئے ہیں داغؔ کے مذہب سے حیراں کافر و مومن
کبھی اس حال میں دیکھا کبھی اُس حال میں دیکھا

باقی جہاں میں قیس نہ فرہاد رہ گیا
افسانہ عاشقوں کا فقط یاد رہ گیا

یوں آنکھ اُن کی کر کے اشارہ پلٹ گئی
گویا کہ لب سے ہو کے کچھ ارشاد رہ گیا

صورت کو تیری دیکھ کے کھنچتی ہے جانِ خلق
دل اپنا تھام تھام کے بہزاد رہ گیا

اے داغؔ دل ہی دل میں گھلے ضبطِ عشق سے
افسوس شوقِ نالہ و فریاد رہ گیا

اِس سلیقہ کی عداوت کہیں دیکھی نہ سُنی
تو زمانہ کا عدو دوست زمانہ تیرا

قتلِ عشاق کیا کھیل سمجھ کر تو نے
ابھی باقی ہے لڑکپن کا زمانہ تیرا

تو نے مارا سبھی عاشق کو مگر یہ تو بتا
نام لیتا ہے مری جان زمانہ تیرا

جھوک سے سائے کے بھی یہ ناتواں لاغر گرا — جس جگہ سایہ گرا میرا مجھے لیکر گرا
دل سنبھالا پر نہ سنبھلا پاؤں اُٹھا سر گرا — اُن کے آگے آج میں اکثر اُٹھا اکثر گرا
اس نزاکت پر ہمارے قتل کا دعویٰ چہ خوش — دیکھئے لیجے خبر وہ ہاتھ سے خنجر گرا
کم نصیبی اسکو کہتے ہیں کہ میرے وار پر — دست ساقی سے اِدھر شیشہ اُدھر ساغر گرا

پہلے کیوں اے داغ اتنی پی گئے فرمائیے
سر پکڑ کر اب جو ہے فریاد میرا سر گرا

مری بزم میں آکے وہ پوچھتے ہیں — بُرا حال ہم نے سُنا ہے کسی کا
تجاہل تغافل سے دزدیدہ نظریں — یہ کیا دیکھتا دیکھنا ہے کسی کا

بچے جان کسطرح تیری ادا سے
قضا پر کہیں بس چلا ہے کسی کا

ارے بیباک کیا کہنا ہے تیرے اس اشارے کا — ٹھکانا ہے ٹھکانے کا سہارا بے سہارے کا
الٰہی دیکھئے کافر نگاہیں کیا دکھاتی ہیں — بڑا لپکا پڑا ہے اُسکی آنکھوں کو اشارے کا
مرے اشکوں نہیں ہے یا تیرے دندانِ مصفا میں — گہر کی آب ہیرے کی تجلّی نور تارے کا

گذر جائیگی ہر صورت کروں کیوں داغ اندیشہ
مرے مولا کو ہر دم فکر ہے میرے گذارے کا

تیرا بھی تو حسن ہے دغا باز — ہوتا ہے نہیں کوئی کسی کا

لیتے نہیں بزم میں مرا نام کہتے ہیں خیال ہے کسی کا
ایسے سے جو داغ نے نباہی
سچ ہے کہ یہ کام تھا اسی کا

کیا مرے ہاتھ سے کھنچکر ترا داماں نکلا تو بھی آغوش سے یوں شمع بجاں نکلا
دلِ سوزاں نے کہیں آگ نہ چھوڑی شب ہجر صبح خورشید کے بدلے مہ تاباں نکلا
قول پورا تھا پر اُس عہد شکن کے منہ سے ٹکڑے ہو کر سخن وعدہ و پیماں نکلا
شرمگیں چشم میں اُس برق نظر کا جلوہ ایک شعلہ سا تہ دامنِ مژگاں نکلا
سختیٔ دل کا مزا تجکو چکھاتا کافر پر کروں کیا کہ خدا تیرا نگہباں نکلا
رونے والوں کو بھی اب مجھ پہ ہنسی آتی ہے دیدۂ تر سے مرے اشک بھی خنداں نکلا
داغ دل چیر کے اُس بت کو دکھانا ہی تھا
آرزو نکلے تو نکلے مگر ایماں نکلا

یارب ہے بخشد بینا بندے کو کام تیرا محرومِ رہ نہ جائے کل یہ غلام تیرا
جبتک ہے دل بغل میں ہر دم ہو یاد تیری جبتک زباں ہے منھ میں جاری ہو نام تیرا
شمس الضحیٰ محمدؐ بدرالدجےٰ محمدؐ ہے نور پاک روشن ہر صبح و شام تیرا
یہ داغ بھی نہ ہوگا تیرے سوا کسی کا
کونین میں ہے جو کچھ وہ ہے تمام تیرا

تو ہے مشہور دل آزار یہ کیا تجھ پہ آتا ہے مجھے پیار یہ کیا
جانتا ہوں کہ مری جان ہے تو اور میں جان سے بیزار یہ کیا

پاؤں پر اُن کے گرا میں تو کہا ۔۔۔ دیکھ ہشیار خبردار یہ کیا
تیری آنکھیں تو بہت اچھی ہیں ۔۔۔ سب اُنھیں کہتے ہیں بیمار یہ کیا
کیوں مرے قتل سے انکار یہ کیوں ۔۔۔ اسقدر ہے تمھیں دشوار یہ کیا
سر اُڑاتے ہیں وہ تلواروں سے ۔۔۔ کوئی کہتا نہیں سرکار یہ کیا
لے لئے ہمنے لپٹ کر بوسے ۔۔۔ وہ تو کہتے رہے ہر بار یہ کیا
وحشت دل کے سوا الفت میں ۔۔۔ اور ہیں سیکڑوں آزار یہ کیا
ضعف رخصت نہیں دیتا افسوس ۔۔۔ سامنے ہے در دلدار یہ کیا

باتیں سنئے تو پھڑک جایئے گا
گرم ہیں داغ کے اشعار یہ کیا

جو آہ کی دلجلوں نے تیرے تو یہ خاکداں پھونکا
زمیں کیا آسماں پھونکا مکیں کیا لامکاں پھونکا
تری الفت کی چنگاری نے ظالم اک جہاں پھونکا
اِدھر چمکی اُدھر سُلگی یہاں پھونکا وہاں پھونکا
مرے حال زبوں پر ہائے کس کس کو نہ رحم آیا
اجل نے بھی تو کچھ پڑھ پڑھ کے بہر حفظ جاں پھونکا
تری دزد حنا نے مایۂ صبر و خرد لوٹے
تری برق نگہ نے خرمن تاب و تواں پھونکا

کہوں منھ سے نہ گو میں سوزِ پنہاں پہ دمِ پرسش
اشارے کرتی ہیں دل کی طرف آنکھیں یہاں پھونکا
سنا جاتا نہیں اے داغ تیرا سوزِ دل مجھ سے
تری آتش زبانی نے تو لے آتش زباں پھونکا

نگہِ یار نے کی خانہ خرابی ایسی — نہ ٹھکانا ہے جگر کا نہ ٹھکانا دل کا
حور کی شکل ہو تم نور کی پتلی ہو تم — اور اس پر تمہیں آیا ہے جلانا دل کا
ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ
ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا

جان جاتی دکھائی دیتی ہے — ان کا آنا نظر نہیں آتا
دل پہ بیٹھا کہاں سے تیر نگاہ — یہ نشانہ نظر نہیں آتا
تم ملاؤ گے خاک میں ہم کو — دل ملانا نظر نہیں آتا
آپ ہی دیکھتے ہیں ہم کو تو — دل کا آنا نظر نہیں آتا
دل پُر آرزو لٹا لے داغ
وہ خزانہ نظر نہیں آتا

روکنا دل کو کہ شوقِ زلفِ دلبر لے چلا — تھامنا مجھکو کہ یہ سودا مرا سر لے چلا
اسکی محفل سے کہوں کیا دلکو کیونکر لے چلا — ہار کر اک بار چھوڑا پھیر مکرّر لے چلا
نالہ جنکو دل کی باتیں دل سے باہر لے چلا — یہ بشارت تھی یہ خبر یہ مژدہ گھر گھر لے چلا
باندھ کر مشکیں خیالِ زلفِ دلبر لے چلا — سانپ کے منہ میں مرا مجھکو مقدر لے چلا

چلدیا وہ شعبدہ گر میں یہ کہتا رہ گیا — اُس کو لینا وہ کوئی دلکو چُرا کر لیچلا
خوب رضواں سے در فردوس پر جھگڑے ہوئے — جب بُت کافر کو میں دل میں چھپا کر لیچلا
کوئی دامنگیر تھا کوئی گریباں گیر تھا — اُس کو اپنے ساتھ جب میں روز محشر لیچلا

منزل مقصود تک پہنچے بڑی مشکل سے ہم
ضعف نے اکثر بٹھایا شوق اکثر لیچلا

سبب کھلا یہ ہمیں اُنکے مُنھ چھپانے کا — اُڑا نہ لے کوئی انداز مسکرانے کا
جفائیں کرتے ہیں یا تھم تھم کے اس خیال سے وہ — گیا تو پھر یہ نہیں میرے ہاتھ آنے کا

خطا معاف تم لے داغ اور خواہش وصل
قصور ہے یہ فقط اُن کے مُنھ لگانے کا

غیر کے ساتھ دل میں بھی دیکھا — کبھی تنہا نظر نہیں آتا
کوئی دل تیرے عہد میں ظالم — بے تمنا نظر نہیں آتا
دل کا آئینہ دیکھنے کو بنا — پر جو چاہا نظر نہیں آتا

ہمیں اے داغ کور باطن ہیں
ورنہ وہ کیا نظر نہیں آتا

کس نے کہا کہ داغ وفادار مر گیا — وہ ہاتھ ملکے کہتے ہیں کیا یار مر گیا
دام بلائے عشق کی وہ کشمکش رہی — اک اک پھڑک پھڑک کے گرفتار مر گیا
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں پس مرگ اسلئے — جانے کوئی کہ طالب دیدار مر گیا
جس سے کیا ہے آپ نے اقرار جی گیا — جس نے سُنا ہے آپ سے انکار مر گیا

کس بیکسی سے داغ نے افسوس جان دی
پڑھ کر ترے فراق کے اشعار مر گیا

دو دن بھی کسی سے وہ برابر نہیں ملتا — یہ اور قیامت ہے کہ مل کر نہیں ملتا
انکار سے امید ہے اقرار سے ہے یاس — جب وعدہ کیا پھر وہ مل کر نہیں ملتا

یارب مرے اشکوں سے نہ تاثیر جدا ہو
اس قافلہ سے کوئی بچھڑ کر نہیں ملتا

شانہ جب زلف معنبر سے الجھ کر نکلا — ہم یہ سمجھے کہ ہمارا دل مضطر نکلا
زلف برہم عرق آلودہ جگر دامن چاک — کس کے آغوش سے تو جان چھڑا کر نکلا
عشق نے خوب کیا ظاہر و باطن یکساں — داغ جو سینے پہ دیکھا وہی دل پر نکلا
زلف ہے دام بلا گیسوئے پیچاں زنجیر — یہی پھندے ہیں تو کہئے کوئی کیونکر نکلا
ہم تو بے نام و نشاں آپکی الفت میں ہوئے — آپ کا نام نکلنا تھا ستمگر نکلا
نام اُس کا تو مرے دل میں نہاں تھا ناصح — ہائے کمبخت ترے منہ سے یہ کیونکر نکلا

آفریں داغ تجھے خوب نباہی تو نے
مرحبا کوچۂ دلدار سے مر کر نکلا

جگر کو تھام کے میں بزم یار سے اٹھا — ہر اک قرار سے بیٹھا قرار سے اُٹھا
ہمارے دل نے وہ تنہا اٹھا لیا ظالم — ترا ستم جو نہ اک روزگار سے اٹھا
ہوا نہ پھر کہیں روشن یہ رشک تو دیکھو — کوئی چراغ جو میرے مزار سے اٹھا
نچھوڑتا اگر اُسکے قدم وہ کیوں جاتے — مگر نہ ہاتھ دل بیقرار سے اٹھا

عدو کی بزم میں دیکھو تو داغ کے تیور
ذلیل ہو کے بڑے افتخار سے اُٹھا

کبھی تڑپا کے دل پر ہاتھ رکھنا — کبھی کہنا اِسے یہ ہو گیا کیا
ذرا دم لو کہیں گے حال دل بھی — ہمارے لب پہ رکھا ہے گلا کیا
کہا ظالم نے سنکر داغ کا حال
بہت اچھے ہیں اُنکا پوچھنا کیا

ذکر مجنوں سے مرے آگ لگی جاتی ہے — گرچہ ظاہر ہے تمہارا وہ طلبگار نہ تھا
یا نہ آتے تھے حسینوں کو یہ انداز جفا — یا کوئی اگلے زمانے میں خطاوار نہ تھا
سحر تھی جلوہ چشم فسوں ساز کہ ملتے ہی نظر — میں نے پہلو میں جو دیکھا تو دل زار نہ تھا
ایک ہی جلوہ دکھا کے مجھے دھوکے میں نہ ڈال — دل کسے یاد ہی تھا میں یہ کہوں یار نہ تھا
دل کا سودا اور اس غمّاز سے اور ایسی جگہ
داغ وہ انجمن ناز تھی بازار نہ تھا

دل مبتلائے لذت آزار ہی رہا — مرنا فراق یار میں دشوار ہی رہا
احسان عفو جرم سے وہ شرمسار ہوں — بخشا گیا میں تو بھی گنہگار ہی رہا
جلوہ کے بعد وصل کی خواہش ضرور تھی — وہ کیا رہا جو عاشق دیدار ہی رہا
کہتے ہیں جا کے غیر محبت سے داغ کی
معشوق اس کے پاس وفادار ہی رہا

عرش و کرسی پہ کیا خدا ملتا — آگے بڑھتے تو کچھ پتا ملتا

روز اک دل لگی نئی ہوتی روز اک دل مجھے نیا ملتا
تم کو یہ مل گیا ہے قسمت سے
داغ سا ورنہ دوسرا ملتا

کس کا طرہ کس کا گیسو کس کی کاکل کس کی زلف سب بلائیں ہو گئیں جب دل پریشاں ہو گیا
دل میں لے دیکھ رہا تھا ایک قطرہ خون کا کچھ نثارِ غم ہوا کچھ صرفِ مژگاں ہو گیا
بوسہ لیکر دل دیا ہے اور پھر نالاں ہیں داغ
کوئی جانے مفت میں حضرت کا نقصاں ہو گیا

دل سے بھی باتیں نہیں کرتا کبھی میں اسلئے وہ ستمگر بدگماں یہ رازداں ہو جائیگا
حسن تیرا عشق میرا ہے بلائے روزگار آفت آجائیگی پر چرچا جہاں ہو جائیگا
داغ کو ہم یہ نہ سمجھے تھے کہ تیرے عشق میں
ہائے ایسا شخص یوں بے خانماں ہو جائیگا

بے عشق تو جینا مجھے دم بھر نہیں ہوتا سودا جو نہ ہوتا تو مرا سر بھی نہ ہوتا
کیوں رنج دئے دلکو جو فریاد کا ڈر ہے تھی آپ کی مرضی کہ یہ مضطر بھی نہ ہوتا
ظالم جو کہا اُس کو یہ ہے حسن کی خوبی بہتر تو یہی تھا کہ وہ بہتر بھی نہ ہوتا
غارتگر ایماں تو ہے لے داغ یہ کافر
گر عشق نہ ہوتا کوئی کافر بھی نہ ہوتا

یہ مجھسے کہنے کو ظالم ہزار بار آیا مرے بغیر تجھے کسطرح قرار آیا
خدا کے واسطے جھوٹی نہ کھائیے قسمیں مجھے یقین ہوا مجھکو اعتبار آیا

کمال عشق کو فرہاد و قیس کب پہنچے
وہ پختہ کار ہے دل جسکا بار بار آیا

یہ عقدہ عاشق و معشوق کے چلن سے کھلا
سمجھ میں مسئلۂ جبر اختیار آیا

ڈری جو حشر میں وہ مجھکو دیکھتے ہی کہا
ہمارا رفیق ہمارا داغ جاں نثار آیا

آئینہ تصویر کا تیرے نہ لیکر رکھدیا
بوسے لینے کے لئے کعبے میں پتھر رکھدیا

ہم نے انکے سامنے اول تو خنجر رکھدیا
پھر کلیجا رکھدیا دل رکھدیا سر رکھدیا

زندگی میں پاس سے دم بھر نہ ہوتے تھے جدا
قبر میں تنہا مجھے یاروں نے کیونکر رکھدیا

دیکھئے اب ٹھوکریں کھاتی ہے کسکی کی نگاہ
روزن دیوار میں ظالم نے پتھر رکھدیا

زلف خالی ہاتھ خالی کس جگہ ڈھونڈھیں اسے
تم نے دل لیکر کہاں اے بندہ پرور رکھدیا

داغ کی شامت جو آئی اضطراب شوق میں
حال دل کمبخت نے سب انکے منہ پر رکھدیا

جہاں میں کیا نہ ڈھونڈھا کیا نہ پایا
مزاج اُن کا دماغ اُن کا نہ پایا

اگرچہ قیس نے عشق و جنوں سا
مزا پایا مگر ایسا نہ پایا

سفارش ہم تری کرتے پر اے داغ
کچھ اُن کا تجھ سے رخ اچھا نہ پایا

کب ہوا اے بت بیگانہ منش تو اپنا
دل جو اپنا ہے نہیں آپ کبھی قابو اپنا

تمکو آشفتہ مزاجوں کی خبر سے کیا کام
تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا

خندہ بیجا ہو یہ کہیں غیر کے سر کا تکیہ
مسکراتے ہیں وہ کیوں دیکھ کے زانو اپنا

حق میں عاشق کے بھلا ہو کہ برا ہو کچھ ہو — فائدہ دیکھ لیا کرتے ہیں خوشرو اپنا

لگ گئی چپ تجھے اے داغ حزیں کیوں ایسی
مجھکو کچھ حال تو کمبخت بتا تو اپنا

دیکھ لیگا یہ مزا حشر میں جو جائے گا — آپ جو حکم کریں گے وہی ہو جائیگا
لیکے دل دو گے تو دو بھر مجھے ہو جائیگا — تم ذرا اُس سے بھی یہ پوچھ تو لو جائیگا
نامہ بر دیدۂ بیدار ہمارا لیجا — یہ تو جاگے گا جو تو راہ میں سو جائیگا
یہ وہ حالت ہے کہ ہنستوں کو رلا دیتی ہے — جو ہنسانے مجھے آئیگا وہ رو جائیگا
وصل کے باب میں کی عرض تو ہنسکر بولے — کیوں مرے جاتے ہو ہو جائیگا ہو جائیگا

داغ تم داغ جدائی کے گلے کرتے ہو
چار چھینٹوں میں وہ چلتے ہوئے دھو جائیگا

عجب اپنا حال ہوتا جو وصال یار ہوتا — کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا
کوئی فتنہ تا قیامت نہ پھر آشکار ہوتا — ترے دل پہ کاش ظالم مجھے اختیار ہوتا
جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا — تمہیں منصفی سے کہدو تمہیں اعتبار ہوتا
یہ مزہ تھا دل لگی کا کہ برابر آگ لگتی — نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا
نہ مزہ ہے دشمنی میں نہ ہے لطف دوستی میں — کوئی غیر غیر ہوتا کوئی یار یار ہوتا
ترے وعدے پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے — مگر اپنی زندگی کا ہمیں اعتبار ہوتا

تمہیں ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہے داغ کا دل
یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

ظلم کس کس غریب پر نہ کیا
تم نے اس کام سے حذر نہ کیا

دل کے ہاتھوں ہے سخت مجبوری
اب کیا وہ جو عمر بھر نہ کیا

ہو گئی چوک ہم سے لے ناصح
تجھکو اپنا پیام بر نہ کیا

تم کو ہم باوفا تو کہدیں گے
داغ نے اعتبار اگر نہ کیا

ایک ہی شکوہ میں ساماں وصل کا برہم ہوا
کیا ہنسی میں رنج پھیلا کس خوشی میں غم ہوا

ناامیدی تیرے صدقے تو نے دی راحت مجھے
کم ہوا جب ایک ارماں ایک دشمن کم ہوا

صبح ہجراں میں ادھر غمگیں ادھر انکا یہ حال
آئینے سے کہتے ہیں یہ کیا مرا عالم ہوا

داغ پھر اس آفت جاں سے بڑھائی رسم و راہ
پہلے تھوڑا رنج پایا پہلے تھوڑا غم ہوا

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا
جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا

دل لیکے مفت کہتے ہیں کچھ کام کا نہیں
الٹی شکایتیں ہوئیں احسان تو گیا

ڈرتا ہوں دیکھکر دل بے آرزو کو میں
سنسان گھر یہ کیوں نہ ہو مہمان تو گیا

افشائے راز عشق میں گو ذلتیں ہوئیں
لیکن اسے جتا تو دیا جان تو گیا

گو نامہ بر سے خوش نہو پر ہزار شکر
مجھکو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا

بزم عدو میں صورت پروانہ دل مرا
گو رشک سے جلا ترے قربان تو گیا

ہوش و حواس و تاب و تواں داغ جا چکے
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

مرا دل وہ تیر نظر لے گیا — جگر لینے والا جگر لے گیا
کلیجہ جواب منہ کو آتا نہیں — ترا تیر شاید جگر لے گیا

یہ کیا ایسی وحشت ہوئی داغ کو
اٹھا کر کہاں گھر کا گھر لے گیا

داغ تھا درد تھا غم تھا کہ الم تھا کچھ تھا — لے لیا عشق میں جو ہمکو میسر آیا
عشق تاثیر ہی کرتا ہے کہ اُس کافر نے — جب مرا حال سُنا سنتے ہی جی بھر آیا
غیر نے آج کیا مہر و وفا کا دعوے — تمہیں انصاف سے کہدو تمہیں باور آیا
وصل میں ہائے یہ اِترا کے مرا بول اُٹھنا — اے فلک دیکھ تو یہ کون مرے گھر آیا
راہ میں وعدہ کریں جاؤں میں گھر پر تو کہیں — کون ہے کس نے بلایا اِسے کیونکر آیا

داغ کے نام سے نفرت ہے وہ جلجاتے ہیں
ذکر کمبخت کا آنے کو تو اکثر آیا

کس کے آنے کا تصور ہے کہ ہر دم ہر وقت — ہے ترا تکیہ کلام اے دلِ ناشاد آیا
یہ وہ گھر ہے کہ خوشی کا تو یہاں کیا مذکور — غم بھی آیا مرے دل میں تو بہت شاد آیا

رات بھر شور رہا ہے ترے ہمسائے میں
کس کے ارمان بھرے دل کو خدا یاد آیا

میرے قابو میں نہ پہروں دلِ ناشاد آیا — وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا
کوئی بھولا ہوا اندازِ ستم یاد آیا — کہ تبسم تجھے ظالم دمِ بیداد آیا
چین کرتے ہیں وہاں رنج اُٹھانے والے — کام عقبیٰ میں ہمارا دلِ ناشاد آیا

دی مؤذن نے شبِ وصل اذان پچھلی رات ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا
لیجئے سنئے اب افسانۂ فرقت مجھ سے آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا
آپ کی بزم میں سب کچھ ہے مگر داغ نہیں
ہم کو وہ خانہ خراب آج بہت یاد آیا

کیا چھپے رازِ الٰہی دلِ شیدائی کا عرصۂ حشر تو بازار ہے رسوائی کا
واں شبِ وعدہ ملی پاؤں میں مہندی اُس نے یاں کلیجا کوئی ملتا ہے تمنائی کا
ہو گیا پرتوِ رخسار سے کچھ اور ہی رنگ میں نے منہ چوم لیا اُس کے تماشائی کا
بن گیا داغِ جگر مہرِ قیامت اے داغ
پر ابھی رنگ وہی ہے شبِ تنہائی کا

ذرا وصل پر ہو اشارا تمہارا ابھی فیصلہ ہے ہمارا تمہارا
بتو دین و دنیا میں کافی ہے مجھکو خدا کا بھروسہ سہارا تمہارا
اُن آنکھوں کی آنکھوں سے لوں میں بلائیں میسر ہے جن کو نظارا تمہارا
محبت کے دعوے ملے خاک میں سب وہ کہتے ہیں کیا ہے اجارا تمہارا
رکاوٹ نہ ہوتی تو دل ایک ہوتا تمھارا ہمارا ہمارا تمہارا
برائی جو کی تم نے غیروں کی ہم سے ہوا حال سب آشکارا تمہارا
نکل کر مرے گھر سے یہ جان لو تم نہ ہوگا کسی گھر گذارا تمہارا
سنا ہے کسی اور کو چاہتا ہے وہ دشمن ہمارا وہ پیارا تمہارا
کریں گے سفارش ہم اے داغ اُن سے اگر ذکر آیا دوبارا تمہارا

دوست دشمن کو ترے ناز نے اکثر مارا
ایک ہی وار میں دونوں کو برابر مارا

یہ تم ظرف ستم ہے کہ تڑپتا ہی رکھا
جان سے تو نے کسی کو نہ ستمگر مارا

سخت جانی سے یقیں تھا نہ مرے مرنیکا
موت سے پوچھتے ہیں وہ اسے کیونکر مارا

مدعی کوئی بھی میدانِ سخن میں نہ رہا
تو نے کیا معرکہ اے داغ سخنور مارا

روز جاتا ہوں نئے روپ سے اُس کے در پر
روز کہتا ہوں نیا نام بدل کر اپنا

ہم کسی کام میں تقدیر کے قائل ہی نہ تھے
کچھ نہ بن آئی تو کہتے ہیں مقدر اپنا

داغ اُس کا الم اُس کا غمِ ہجراں اُسکا
سینہ اپنا جگر اپنا دل مضطر اپنا

وہ زمانہ بھی تمہیں یاد ہے تم کہتے تھے
دوست دنیا میں نہیں داغ سے بہتر اپنا

کچھ سعی سے اقبال میسر نہیں ہوتا
ہر آئینہ گر داغ سکندر نہیں ہوتا

دنیا میں مزا عشق سے بہتر نہیں ہوتا
یہ ذائقہ وہ ہے کہ میسر نہیں ہوتا

کیا کوئی زمانے میں ستمگر نہیں ہوتا
ہوتا ہے مگر تیرے برابر نہیں ہوتا

بیداد تری دیکھ کے یہ حال ہوا ہے
عاشق کوئی دنیا میں کسی پر نہیں ہوتا

تم کہتے ہو معشوق اطاعت نہیں کرتے
عاشق بھی تو معشوق کا نوکر نہیں ہوتا

ہم جانتے ہیں آئے ہیں ماتم کو فرشتے
جس بزم میں شغلِ مے و ساغر نہیں ہوتا

اے داغ نہ دے جان محبت میں کہ ناداں
پھر زندہ جہاں میں کوئی مر کر نہیں ہوتا

ہم بوسہ لیکے اُنسے عجب چال کر گئے
یوں بخشوا لیا کہ یہ پہلا قصور تھا

کیوں تو نے چشم لطف سے دیکھا غضب کیا
قربان اُس نگاہ کے جسمیں غرور تھا

دیکھا سلف سے آجتک اندازِ عشق کا
تقصیروار تھا وہی جو بے قصور تھا

احمد کے غم میں دیدہ و دل کیوں نہ ہوں تباہ
دل کا سرور تھا مری آنکھوں کا نور تھا

اے داغ صدمۂ غمِ ہجراں بجا درست
یہ سب سہی مگر تمہیں جینا ضرور تھا

اس جفا پر یہ وفا ہے کہ تمہارا شکوہ
دل میں رہنے نہ دیا منھ سے نکلنے نہ دیا

شوق نے راہِ محبت میں اُبھارا لیکن
ضعف نے ایک بھی گرتے کو سنبھلنے نہ دیا

کسی صورت نہ بچا عشق کی رسوائی سے
کہ مجھے نام بھی غیرت نے بدلنے نہ دیا

چھین لیتا اُسے میں حشر کے دن ضد کر کے
کیا کروں مجکو فرشتوں نے مچلنے نہ دیا

بزمِ اغیار میں اُس شوخ نے عیاری سے
کیا ہی اعجاز کیا داغ کو جلنے نہ دیا

کھینچا غمِ فرقت کا دل تو نے عذاب ایسا
ہم تجکو سمجھتے تھے لے خانہ خراب ایسا

نیند آتی نظر آتی تا حشر نہیں ہم کو
دیکھا ہے پریشاں سا کچھ رات کو خواب ایسا

جو عرض تمنا پر ظالم نے کہا مجھسے
ابتک نہ ملا ہوگا سائل کو جواب ایسا

تن تن کے جو چلتا ہے وہ شوخ کماں ابرو
ایک ایک سے کہتا ہے ہوتا ہے شباب ایسا

پوچھا تھا محبت میں ہوتا ہے قلق کیسا
قسمت نے کہا دیکھ لے خانہ خراب ایسا

قسمت نے مری پایا جو رنج محبت میں
دوزخ کے بھی حصے میں آیا نہ عذاب ایسا

مرنے بھی نہیں دیتے جینے بھی نہیں دیتے
احسان ترحم وہ انداز عتاب ایسا

میں شوق میں بیخود ہوں وہ غیر سے کہتے ہیں
کر دیتی ہے انساں کو بدمست شراب ایسا

جب خواب میں آتے ہو منہ مجھ سے چھپاتے ہو
مشتاق سے شرم ایسی عاشق سے حجاب ایسا

لے حضرت داغ اسکو غیروں سے غرض کیا ہے
وہ اور یہ رسوائی سمجھیں نہ جناب ایسا

شوق ہے اُس کو خود نمائی کا
اب خدا حافظ اس خدائی کا

کسی بندے کو درد عشق نہ دے
واسطہ اپنی کبریائی کا

پھنس گیا دل بُری جگہ افسوس
کوئی پہلو نہیں رہائی کا

آج وہ امتحان کرتے ہیں
وقت ہے قسمت آزمائی کا

بُتکدے کی جو سیر کی ہم نے
کارخانہ ہے اک خدائی کا

صلح کے بعد وہ مزا نہ رہا
اور سامان تھا لڑائی کا

ہمیں زمانے میں بدنام تیری خو نے کیا
دل فریفتہ جو کچھ کیا سو تو نے کیا

ستم کیا تو مرے دل کی آرزو نے کیا
مجال ہے یہ کہوں تجھسے جور تو نے کیا

حنا کو رنگ نے مشہور گل کو بو نے کیا
جہاں میں شہرہ تمہارا نقاب رخ نکو نے کیا

وہ عرض وصل سے رکھتے ہیں ہاتھ کانوں پر
اثر یہ خوب مری طرز گفتگو نے کیا

گیا رقیب کے گھر بارہا شب وعدہ
بہت ذلیل مجھے تیری جستجو نے کیا

اُٹھے گی گردن قاتل نہ بار خوں سے کبھی
ستم شعار کو نازک مرے لہو نے کیا

وہ آج ناز سے لائے بنتے خنجر فولاد — اُسے بھی موم مری سختئ گلو نے کیا
اُسی کو گردشِ دوراں سمجھ گئے میکش — جو دور شیشہ و پیمانہ و سبو نے کیا
فرشتہ بنکے نہ اُلجھائے عرش پر زاہد — اُسے جو خاک سے پاک اسقدر وضو نے کیا
ہمارے دوست کی ہمپر یہ مہربانی ہے — ہمارے واسطے جو کچھ بُرا عدو نے کیا

کھلا میں اُن سے تو وہ اور داغ مجھسے کھُلے
خفا تو انکو مری شرحِ آرزو نے کیا

آشنا تو ہے اپنے مطلب کا — فیصلہ ہو چکا ہے یہ کب کا
روزِ محشر ہے یہ دلیل اُن کی — کہتے ہیں مجھسے وعدہ تھا شب کا
داغ مے کو نہ دیکھ لے زاہد — دل تو ہے پاک رند مشرب کا
کافرِ عشق کیوں مسلمان ہو — سب کو ہے پاس اپنے مذہب کا
پہلے انکار اور پھر دشنام — یہ نتیجہ ہے عرض مطلب کا

شکر ہے داغ کامیاب ہوا
حق تعالےٰ بھلا کرے سب کا

وہ رسوائی سے ڈر جائے تو اچھا — بُرائی کام کر جائے تو اچھا
کہا ظالم نے میرا حال سُن کر — وہ اس جینے سے مر جائے تو اچھا
خدا جانے کہے کیا جاکے قاصد — دل اُس سے پیشتر جائے تو اچھا
غضب ہے انتظارِ وعدۂ حشر — یہیں کہکر مکر جائے تو اچھا
وہ تکلیفِ عیادت کیوں کریں داغ — مری اُن کو خبر جائے تو اچھا

بزم اغیار میں تعریف مری ہوتی ہے — آج یہ طرفہ تماشا سر محفل دیکھا
کیا سمجھتے نہیں ظاہر کی ملاقات کو ہم — دل تمہارا نہ ملا ہم سے گلے مل دیکھا
گالیاں دیتے ہو پھر کہتے ہو یہ بھی مجھ سے — ہم نے تجھکو اِسی لائق اِسی قابل دیکھا
مست تھی آنکھ تری دل تھا ہمارا بیخود — ہم نے دونوں کو دم معرکہ غافل دیکھا

اُس نے جب حکم دیا تھا تجھے مر جانا تھا
داغ تو دے نہ سکا جان ترا دل دیکھا

کوئی آگے نکل نہیں سکتا — تجھ سے فتنہ بھی چل نہیں سکتا
زور قسمت سے چل نہیں سکتا — دل سنبھالے سنبھل نہیں سکتا
آسماں دوست ہو گیا تیرا — اب زمانہ بدل نہیں سکتا
تم تو سو بار مان جاؤ گے — دل ہمارا بہل نہیں سکتا

نام کو داغ ہوں مگر ظالم
تو جلائے تو جل نہیں سکتا

چرا کے دل کوئی چلتا ہوا ہی اے ہمدم — سراغ چور کا ہر اک مقام پر لینا
شکار تیر نظر دل ہوا جگر نہ ہوا — یہ بچ رہا ہے ذرا اسکی بھی خبر لینا
قناعت آپکو ہوتی نہیں کسی شے پر — یہ کیا کہ دل کبھی لینا کبھی جگر لینا
ہمیں تو شوق ہے بے پردہ تمکو دیکھینگے — تمہیں ہے شرم تو آنکھوں پہ ہاتھ دھر لینا

غرض تمہیں جو سنو اُنسے غیر کا شکوہ
یہ قصہ مول نہ لے داغ اپنے سر لینا

عیش بھی اندوہ فزا ہوگیا   ہائے طبیعت تجھے کیا ہوگیا
یاد ہے کہنا وہ کسی وقت کا   ہوش میں آؤ تمہیں کیا ہوگیا
یہ تو نہ تھی کوئی مکرنے کی بات   حرف خوشامد بھی گلا ہوگیا
اے دلِ بیتاب خدا کی قسم   عشق میں جی تجھ سے بُرا ہوگیا
دم مرے سینے میں جو رکتا ہے آج   کون خدا جانے خفا ہوگیا
حال مرا دیکھ کے کہتے ہیں وہ   کوئی حسین اس سے جدا ہوگیا

داغ قیامت میں یہ مژدہ سُنے
جا تجھے فردوس عطا ہوگیا

عشق میں دل نے بہت کام نکالا اپنا   سچ ہے ملتا ہے کہاں چاہنے والا اپنا
اپنی نظروں میں تو پھرتا ہے وہ قد بوٹا سا   سرو گلچیں کو دکھائے قد بالا اپنا
دیکھ کر اُس کو تعجب ہے جناب ناصح   مجھ سے فرماتے ہیں کیوں دل نہ سنبھالا اپنا

ہائے مُرے حال کے سب دیکھنے والے اے داغ
کوئی دنیا میں نہیں پوچھنے والا اپنا

یہ قول کسی کا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا   وہ کچھ نہیں کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
اُنکا بھی یہ سننا ہے کہ وہ کچھ نہیں سنتے   میرا بھی یہی کہنا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
دیکھو تو ذرا چشم سخنگو کے اشارے   پھر تم کو یہ دعویٰ ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
خط میں مجھے اول تو سنائی ہیں ہزاروں   آخر میں یہی لکھا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
تم کو بھی یہ شایاں ہے کہ کچھ سنتے ہو دشنام   تجھکو بھی یہ زیبا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

مشتاق بہت ہیں مرے کہنے کے پرائے داغ
یہ وقت ہے ایسا ہی کہ میں کچھ نہیں کہتا

کشتۂ ناز کو کیوں زندہ کریں آکے مسیح — تمہیں ٹھکرا دو کہ ہے اسمیں کرامات ہی کیا
عالم وجد میں بیخود نہیں ہوتے صوفی — نشہ میں چور ہیں رندان خرابات ہی کیا
مئے انگور فرشتوں کی بھی قسمت میں نہیں
اس سے محروم ہیں اک قبلۂ حاجات ہی کیا

دیکھکر تیری ادا جی سے گذر جائیگا — مرنے والا تو قیامت میں بھی مر جائیگا
عاقبت پاک ہے میخوار کی سن لے زاہد — یہ تو میخانہ سے اللہ کے گھر جائیگا
کرکے برباد مجھے چرخ کہاں جاتا ہے — میں بھی ہمراہ اسی کے ہوں جدھر جائیگا
اب تو لے داغ مرے غم سے وہ خوش ہیں کیا
آخر اک دن یہ زمانہ بھی گذر جائیگا

میں ہر طرح سے مورد الزام ہو گیا — تقصیر کی کسی نے مرا نام ہو گیا
شیشہ مرا سبو ہے مئے عشق کے لئے — آنکھیں پیالہ بن گئیں دل جام ہو گیا
بس شرح اسکی حضرت ناصح نہ کیجئے — معلوم ہمکو عشق کا انجام ہو گیا
قاصد کے ہاتھ چوم لئے میں نے لیکے خط — یہ اک طرح کا بوسۂ پیغام ہو گیا
جو ابتدائے عشق میں تھے کام نادرست
انجام سب کا سر انجام ہو گیا
ہمنے تغافل اور ہنسے غیر دیکھ تاک جھانک — تیرا وتیرہ نرگس مستانہ کھل گیا

رکھا تھا ہمنے پردہ کہ اُس پر کھلے نہ حال
سب رازِ دل سُناتے ہی افسانہ کھل گیا

چوما ہے پیرہن جو تمہارے شہید کا
اس پر یہ شرح خلعتِ شاہانہ کھل گیا

پوچھا مزاج اُنسے تو وحشت کی اُس نے لی
آخر کو پردۂ دلِ دیوانہ کھل گیا

اے داغ وقتِ مرگ ہوا امتحاں ہمیں
اُس وقت میں یگانہ و بیگانہ کھل گیا

جو یوں ہو وصل تو مٹ جائے سب رنج و محن اپنا
زباں اپنی دہن اُنکا زباں اُنکی دہن اپنا

نہ مرتا ہوں نہ جیتا ہوں اثر دونوں کا ہے تجھ میں
لبِ معجز نما اپنا نگاہِ سحر فن اپنا

یہ سینہ یہ جگر یہ دل یہ سر یہ حلق حاضر ہے
نکالے حوصلہ ناوک فگن شمشیر زن اپنا

روزِ قیامت وہ دمِ بازپرس
چشمِ غضب سے مجھے دیکھا کیا

قتلِ جہاں اسکے لئے کھیل تھا
کون کہے آپ نے یہ کیا کیا

میں ستمِ غیر کا شکوہ کروں
اور وہ شکر کہیں اچھا کیا

داغ نے دیکھے ہیں ہزاروں حسین
آپ نے کس شخص سے دعویٰ کیا

چمکے گا مرا داغِ جگر صورتِ خورشید
کیا روزِ قیامت شبِ ہجراں میں نہ ہوگا

ہوتا ہے جدائی میں ضررِ جان کا ناصح
ہے یہ تو یقیں تو مرے نقصاں میں نہ ہوگا

اپنے بھی تو بیگانے نظر آتے ہیں اے داغ
اپنا تو کوئی حشر کے میداں میں نہ ہوگا

تم کو کیا ہر کسی سے ملنا تھا　　دل ملا کر مجھی سے ملنا تھا
عید کے دن خفا خفا ہی رہے　　آج کے دن خوشی سے ملنا تھا

آپ کا مجھ سے جی نہیں ملتا
اس محبت پہ جی سے ملنا تھا

یہ شکوہ فرقت یہ کہا پیار سے اس نے　　مجکو بھی بہت رنج ترے سر کی قسم تھا
مجنوں کے طرفدار بنے ہیں کئی دن سے　　فرماتے ہیں وہ آپ سے کس بات میں کم تھا

دل خون ہوا خاک ہوا خوب ہوا داغ
ہر آن کی تکلیف تھی ہر وقت کا غم تھا

ادھر آئینہ ہے ادھر دل ہے　　جس کو چاہا اٹھا کے دیکھ لیا

داغ نے خوب عاشقی کا مزا
جل کے دیکھا جلا کے دیکھ لیا

کرے انصاف دنیا میں اگر آفت کے ماروں کا　　بنے خود آسماں بھیجا ہمارے دل فگاروں کا
ستم وہ چشم کافر سے ترے چلنا اشاروں کا　　غضب وہ دل پکڑ کر بیٹھ جانا بیقراروں کا
تمہیں چاہا اگر چاہا خطا الفت پرستوں کی　　تمہیں دیکھا اگر دیکھا گنہ امیدواروں کا
بتوں سے عفو جرم عشق بھی چاہیں تو کہتے ہیں　　خدا تو ہم نہیں بخشیں گنہ تقصیرواروں کا
قسم ہے تجکو زاہد کیا کرے گر آنکھ دیکھے　　چھلکنا ساغر مے کا جھکنا بادہ خواروں کا
سنو افسانہ فرہاد دیکھو قصہ مجنوں　　خود غرض کیا تمکو پوچھو حال ہم حسرت کے ماروں کا
کبھی بیٹھے کبھی اٹھے کبھی لیٹے کبھی بیٹھے　　تماشا دید کے قابل ہے تیرے بیقراروں کا

تم کو کیا ہر کسی سے ملنا تھا ۔۔۔ دل ملا کر مجھی سے ملنا تھا
عید کے دن خفا خفا ہی رہے ۔۔۔ آج کے دن خوشی سے ملنا تھا

آپ کا مجھ سے جی نہیں ملتا
اس محبت پہ جی سے ملنا تھا

یہ شکوۂ فرقت پہ کہا پیار سے اس نے ۔۔۔ مجھ کو بھی بہت رنج ترے سر کی قسم تھا
مجنوں کے طرفدار بنے ہیں کئی دن سے ۔۔۔ فرماتے ہیں وہ آپ سے کس بات میں کم تھا

دل خون ہوا خاک ہوا خوب ہوا داغ
ہر آن کی تکلیف تھی ہر وقت کا غم تھا

ادھر آئینہ ہے ادھر دل ہے ۔۔۔ جس کو چاہا اٹھا کے دیکھ لیا

داغ نے خوب عاشقی کا مزا
جل کے دیکھا جلا کے دیکھ لیا

کرے انصاف دنیا میں اگر آفت کے ماروں کا ۔۔۔ بنے خود آسماں پھاہا ہمارے دلفگاروں کا
ستم وہ چشم کافر سے ترے چلنا اشاروں کا ۔۔۔ غضب ہے وہ دل پکڑ کر بیٹھ جانا بیقراروں کا
تمہیں چاہا اگر چاہا خطا الفت پرستوں کی ۔۔۔ تمہیں دیکھا اگر دیکھا گنہ امیدواروں کا
بتوں سے عفو جرم عشق بھی چاہیں تو کیسے ہیں ۔۔۔ خدا تو ہم نہیں بخشیں گنہ تقصیرواروں کا
قسم ہے تجھ کو زاہد کیا کرے گر آنکھ دیکھے ۔۔۔ چھلکنا ساغر و شیشے کا چھکنا بادہ خواروں کا
سنو افسانۂ فرہاد دیکھو قصۂ مجنوں ۔۔۔ خبر ہے کیا تمہیں پوچھو یہ حال ہم سے یاروں کا
کبھی بیٹھے کبھی اٹھے کبھی لوٹے کبھی تڑپے ۔۔۔ تماشا دیکھنے قابل ہے تیرے بیقراروں کا

نہ فرصت ہے نہ راحت ہے غزل لے داغ کیونکر ہو
مگر کیا کیجئے مجبور جو ارشاد یاروں کا

ہائے مہماں کہاں یہ غمِ جاناں ہوگا — خانۂ دل تو کوئی روز میں ویراں ہوگا
کوستا ہوں جو نصیبوں کو تو کہتا ہے وہ شوخ — پھر محبت نہ کرے گا اگر انساں ہوگا
زندگی عشق میں مشکل ہے تو مر جائیں گے — اب سے وہ کام کرینگے کہ جو آساں ہوگا
اب کہاں لختِ جگر سینے میں اے دیدۂ تر — اور ہوگا تو سرِ گوشۂ داماں ہوگا

آپ کے سر کی قسم داغ کو پروا بھی نہیں
آپ کے ملنے کا ہوگا جسے ارماں ہوگا

اِدھر دیکھ لینا اُدھر دیکھ لینا — کنکھیوں سے اُسکو مگر دیکھ لینا
فقط نبض سے حال ظاہر نہ ہوگا — مرا دل بھی اے چارہ گر دیکھ لینا
نہ دینا خطِ شوق گھبرا کے پہلے — محل موقع اے نامہ بر دیکھ لینا
تغافل میں شوخی نرالی ادا تھی — غضب تھا وہ منہ پھیر کر دیکھ لینا
ہمیں جان دینگے ہمیں مر مٹیں گے — ہمیں تم کسی وقت پر دیکھ لینا

دیئے جاتے ہیں آج کچھ لکھ کے تم کو
اسے وقتِ فرصت مگر دیکھ لینا

اُسکی طرف سے دل نہ پھریگا کہ ناصحو — اب ہو گیا یہ جسکا طرفدار ہو گیا
کس کسکی چاہ کیجیے کس کس کی آرزو — اک دل ہزار غم میں گرفتار ہو گیا
اک حرفِ آرزو پہ وہ مجھسے خفا ہوئے — اتنی سی بات کہکے گنہگار ہو گیا

اے داغ کیا بتائیں محبت میں کیا ہوا
بیٹھے بٹھائے جان کو آزار ہو گیا

ہر اک نشتر کے جگر سے نکل گیا — جی ہی نکل گیا وہ جدھر سے نکل گیا
اللہ رے اسکا حسن ترقی بلا کی ہے — ہر موئے زلف موئے کمر سے نکل گیا
جس دل پہ وہ نگاہ پڑی دل کے پار تھی — یہ نیمچہ ہزار سپر سے نکل گیا
اللہ رے جوش گریہ کہ اس جذب ضبط پر — دریا ہمارے دیدۂ تر سے نکل گیا

وہ داغ بیوفا تو نہ ہو آج دھوم ہے
کوئی غلام آپ کے گھر سے نکل گیا

وہ جانا پھیر کر چتون کسی کا — ہمارے ہاتھ میں دامن کسی کا
غبار آلودہ ہیں پائے حنائی — مٹا کر آئے ہو مدفن کسی کا
زمانے کے چلن سیکھے ہیں تو نے — کسی کا دوست ہے دشمن کسی کا
کلیجا تھام لو گے جب سنو گے — نہ سنوائے خدا شیون کسی کا
مرے ماتم میں وہ آئیں تو کہنا — کریں غم آپ کے دشمن کسی کا

وہ پھر دل دیکھتے ہیں داغ کے داغ
کسی کی سیر ہے گلشن کسی کا

گیا ہے عرش معلےٰ پہ شور نالوں کا — خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا
وہ اپنا دست حنائی [illegible] — علاج کون کرے میرے دل کے چھالوں کا
کہیں نہیں ترے [illegible] — فلک نے زور دل کا [illegible] خراب چھالوں کا

وہ پھول والوں کا میلہ وہ سیر یاد ہے داغ
وہ روز جھرنے پہ جمگھٹ پری جمالوں کا

ردیف الباء

ہم مٹ گئے تو پرسشِ نام و نشاں ہے اب
اس کی تلاش کر کہ محبت کہاں ہے اب

میں کیا کروں بلا سے جو تو مہرباں ہے اب
وہ دل کہاں ہے اب وہ طبیعت کہاں ہے اب

ہرگز نہ تھا زمانۂ سابق میں یہ فلک
جس آسماں کی دھوم ہے وہ آسماں ہے اب

بے مہر و بے وفا و دل آزار و دل ستاں
جی ڈھونڈھتا ہے جس کو وہ پیدا کہاں ہے اب

تم پارسا سہی مگر اتنا تو سوچ لو
کچھ دیکھ ہی لیا ہے جو دل بدگماں ہے اب

دو ظالموں میں لاگ ہوئی میرے واسطے
نامہرباں ہے وہ تو فلک مہرباں ہے اب

ظالم کہیں خدا نہ کرے تو سنے اُسے
جو کچھ شبِ فراق میں وردِ زباں ہے اب

اللہ وہ زمانۂ تماشا یہ کیا ہوا
کہنے کے واسطے مرے لب پر فغاں ہے اب

بیٹھے ہیں ہم بھی گوش بر آواز کہہ تو دو
آنا ہے جس کو آئے یہاں امتحاں ہے اب

قربان جاؤں دردِ جگر کے وہ رکھ کے ہاتھ
یہ پوچھتے ہیں مجھ سے بتا تو کہاں ہے اب

ملنے کے بعد رنج اٹھائے ہیں اس قدر
شکرِ وصال بھی مرے لب پر فغاں ہے اب

کیا کیا ملائے خاک میں انسان چاند سے
سچ پوچھیے اگر تو زمیں آسماں ہے اب

مدت ہوئی کہ داغ کو سنتے تھے سو گئے
کیا جانے وہ خدائی کا مارا کہاں ہے اب

نہیں سنتا ستم ایجاد ہماری یارب | تجھ سے ہر وقت ہے فریاد ہماری یارب
پھر کوئی مانے نہ مانے نہیں پروا کیا ہے | مان لے گر دل ناشاد ہماری یارب

ہجر میں زندہ رہا داغ تو وہ کہتے ہیں
ہائے بیکار ہوئی بیداد ہماری یارب

میرے ہی دم سے مہر و وفا کا نشاں ہے اب | تجھ سا اگر نہیں ہے تو مجھ سا کہاں ہے اب
اک اک گھڑی ہے وعدہ کی اک اک برس مجھے | تم وہ گھڑی کہو مرے ورد زباں ہے اب
کیا مر گیا ہوں دیکھ تو لے چارہ گر مجھے | اُن کی زباں سے میری وفا کا بیاں ہے اب
آخر یہ ہو گیا دہن تنگ کا جواب | گنجائش اپنی آپ کے دل میں کہاں ہے اب
باقی ہے آدھی رات مگر اس کا کیا جواب | گھبرا کے وہ یہ کہتے ہیں وقت اذاں ہے اب
سینے سے میرے دست تسلی اٹھائیے | یہ بھی دل نحیف کو بار گراں ہے اب
دیکھو ذرا سی شرم نے سب کچھ مٹا دیا | وہ آنکھ وہ نگاہ وہ چتون کہاں ہے اب
کیا لطف دوستی کہ نہیں لطف دشمنی | دشمن کو بھی جو دیجئے پورا کہاں ہے اب
یہ کیا کہا کہ حشر کے دن آزمائیں گے | میں خوب جانتا ہوں مرا امتحاں ہے اب

تم کو یقیں نہیں تو نہ ہو اس کا کیا علاج
کہتے ہیں داغ تم سے بہت بدگماں ہے اب

دل ناکام کے ہیں کام خراب | کر لیا عاشقی میں نام خراب
زلف شب چور چشم یار شریر | حسن کا سب ہے انتظام خراب
واہ کیا منہ سے پھول جھڑتے ہیں | خوبرو ہو کے یہ کلام خراب

داغ ہے بد چلن تو ہونے دو
سو میں ہوتا ہے اک غلام خراب

ردیف پائے فارسی

مہرباں ہو کے جب ملیں گے آپ — جو ستم ملتے تھے سب ملیں گے آپ
ہجر کا شکوہ حشر میں کرتا — واں تو ہے یہ غضب ملیں گے آپ
ڈرتے ڈرتے کہوں گا راز نہاں — خواب میں مجھ سے جب ملیں گے آپ
دمِ رخصت یہ چھیڑ تو دیکھو — مجھ سے کہتے ہیں کب ملیں گے آپ
کارواں کی تلاش کیا اے دل — آگے منزل پہ سب ملیں گے آپ
ایک تو وعدہ اور اس پہ قسم — یہ یقیں ہے کہ اب ملیں گے آپ

داغ اک آدمی ہے گرما گرم
خوش بہت ہوں گے جب ملیں گے آپ

کیا سبب شاد ہے بشاش ہے جی آپ ہی آپ — چلی آتی ہے مجھے آج ہنسی آپ ہی آپ
ابھی آئی بھی نہیں کوچۂ دلبر سے صبا — کھل گئی آج مرے دل کی کلی آپ ہی آپ
سوچتے ہیں کہیں تدبیر سے قسمت والے — کہ نکل جاتے ہیں ارمانِ دلی آپ ہی آپ
کچھ تو فرمائیے اس بدمزگی کا باعث — آپ ہی آپ ہے رنجش خفگی آپ ہی آپ
کبھی کثرت سے غرض ہے کبھی وحدت منظور — کبھی وہ انجمن آرا ہے کبھی آپ ہی آپ
دل کی یہ آگ ہے اے داغ خبر لو جلدی — جو لگائے سے لگی کب وہ بجھی آپ ہی آپ

کم نہیں ساماں میں ہنگامۂ محشر سے آپ
دیجیے دل کو دعائیں بن گئے ہیں گھر سے آپ

اپنے سینے سے دبا دیجیے ذرا سینہ مرا
چور کیجے شیشۂ دل کو اسی پتھر سے آپ

وصل میں کیسی حیا میں تو مناؤں گا کبھی
سہم کر چھپ ہو رہے ہیں شب میرے در سے آپ

حضرت زاہد مرا اک نشہ کو عادت شرط ہے
مر نہ جائیں گے شراب چشمۂ کوثر سے آپ

ابتدا سے انتہا تک عشق میں ہیں خوفناک
امتحاں سے غیر شام غم سے ہم محشر سے آپ

شرم سے گو اب کسی جانب پلک اٹھتی نہیں
چٹکیاں لینگے کلیجے میں اسی نشتر سے آپ

حضرت زاہد نکل آیا فلک پر آفتاب
پیر و مرشد اب تو اٹھیے میکدے کے در سے آپ

کیوں جناب داغ یاد اللہ میری یاد ہے
بھیس بدلے رات کو آتے تھے کس کے گھر سے آپ

ردیف تائے فوقانی

بزم دشمن میں کھلنا گل تر کی صورت
جاؤ بجلی کی طرح آؤ نظر کی صورت

نہ مٹائے سے مٹی فتنۂ محشر کی صورت
نظر آتی نہیں اب کوئی گذر کی صورت

اُس کو دیکھے کوئی محفل میں یہ کس کی طاقت
ہر بشر دیکھنے لگتا ہے بشر کی صورت

یاد تشبیہ سے دو ہیر وہ ہوئے جاتے ہیں
کیوں رگ جاں سے ملائی تھی کمر کی صورت

آ گئی تھی رگ گل میں مرے آگ بگولا بنکر
ٹھنڈے ٹھنڈے سے وہ گئے باد سحر کی صورت

ہاتھ آنکھوں پہ شب وصل عبث رکھتے ہو
میری صورت نہ سہی دیکھو سحر کی صورت

آپ نے کی ہیں عبث شرم سے نیچی آنکھیں
چبھ گئی یہ بھی ادا دل میں نظر کی صورت

منتظر ہجر میں ہم وصل میں مشتاق ہو تم — نظر آتی نہیں دونوں کو سحر کی صورت

کوئی دم کوئی گھڑی کل نہیں پڑتی دل کو
میں بیاں کس سے کروں آٹھ پہر کی صورت

ہے طرفہ تماشا سر بازار محبت — سر بیچتے پھرتے ہیں خریدار محبت

اللہ کرے تو بھی ہو بیمار محبت — صدقے میں چھٹیں تیرے گرفتار محبت

ابرو سے چلے تیغ تو مژگاں سے چلے تیر
تعزیر کے ہو کے ہیں خطاوار محبت

اس واسطے دیتے ہیں وہ ہر روز نیا داغ — اک درد کے خوگر نہ ہوں بیمار محبت

ہے گور الٰہی قفس تنگ سے کیا کم — مر کر بھی تو چھوٹے نہ گرفتار محبت

کچھ تذکرۂ عشق رہے حضرت ناصح — کانوں کو مزہ دیتی ہے گفتار محبت

دل بھول نجائے کسی مژگاں کی کھٹک کو — کچھ چھیڑ رہے اے خلش خار محبت

جو چارہ گر آیا مری بالیں پہ یہ بولا — اللہ کو سونپا تجھے بیمار محبت

ثابت قدم ایسے رہ الفت میں نہ ہونگے — تھا ہم کو تہِ تیغ بھی اقرار محبت

دیکھا ہے زمانے کو ان آنکھوں نے تو اے داغ
اس رنگ پر اس ڈھنگ پر انکار محبت

شب وصل واں شرم سے رخ پہ زلف — یہاں یہ یقیں اب نجائے گی رات

نہ نکلے گا دل کوچۂ زلف سے — مسافر کو رستہ بھلائے گی رات

شب ہجر چمکائے گی داغ دل — فلک تجکو تارے دکھائیگی رات

گریزاں ہے کیوں اسقدر روز وصل ٹھہر تجھکو کچھ کھا نجائیگی رات
شب وصل کی داغ یہ آرزو
خدا سے نہ تجھکو ملائے گی رات

شعلہ رو سیکڑوں نظر آئے ہائیں زمیں پر بھی آفتاب بہت
شام ہونے تو دو چلے جانا ہے ابھی تیز آفتاب بہت
کچھ سمجھکر وہ ہو رہے خاموش نکلے مری بات کے جواب بہت
دیکھئے کب عدم کو جانا ہو
کر چکے داغ پا تراب بہت

عالم یاس میں گھبرائے نہ انساں بہت دل سلامت ہے تو حسرت بہت ارماں بہت
قتل ہونے نہ دیا شکر جفا نے مجھکو کام آتے ہیں بُرے وقت میں اوساں بہت
سر اٹھاتا نہیں تو شرم جفا سے ظالم یا کئے ہیں کسی کمبخت نے احساں بہت
تم کہ بیداد کرو اور نہ شرماؤ ذرا ہم کہ ناکردہ گنہ اور پشیماں بہت
دل سے کسطرح بھلاؤں تجھے اے پردہ نشیں بیخودی میں بھی تو رہتا ہے ترا دھیاں بہت
رنگ لائیگا ترا دست حنائی کافر ایک دن لائینگے اس ہاتھ پہ ایماں بہت
بزم احباب میں اے داغ کبھی تو ہنس بول
دیکھتے ہیں تجھے ہر وقت پریشاں بہت

وہ عدو کے ساتھ آتے ہیں عیادت کو مری اک نظر ہے سوئے دشمن اک نظر ہے سوئے دوست
اے صبا تو ہی اٹھا کے چل ذرا وقت خرام قد آدم سے زیادہ بڑھ گئے گیسوئے دوست

بانکپن کرتے ہیں مشتاقوں سے کیا کیا خوبرو
دیکھتے ہیں میری صورت تنگئی ابروے دوست

نہیں سنتے وہ اب ہماری بات — سچ ہے بن آئے کی ہے ساری بات
خیر سے اس نے ہی نہ پوچھا حال — کرنے دیتی نہ بیقراری بات
حال دل سن کے یہ جواب ملا — اب نہ ہوگی مری تمہاری بات

لوٹ لیتی ہے داغ کے دل کو
تیری ہر ایک پیاری پیاری بات

ردیف تائے ہندی

کہاں جنوں نے یہ سینے پہ اپنے کھائی چوٹ — ابھر ابھر کے جو کرتی ہے خود نمائی چوٹ
سلام میں نے کیا رکھکے ہاتھ سینے پر — وہ جانتے ہیں مجھے دیکھکر چھپائی چوٹ
نگاہ آہ میں کس طرح چلیں چوٹیں — یہ حال تھا ادھر آئی ادھر لگائی چوٹ

یہ بعد مرگ رہا درد کا اثر لے داغ
کہ استخواں مرے ملکر ہما نے کھائی چوٹ

نہ ہوا ایک نگہ سے جو مرا کام تمام — پھر کے پھر دیکھ لیا اسنے دوبارہ جھٹ پٹ
جب پریشانی عاشق کی مصیبت سن لی — اس نے بکھری ہوئی زلفوں کو سنوارا جھٹ پٹ

پھر نہ کہئے گا کہ ہم سے نہ کہا داغ کا حال
لیجئے اس کی خبر آپ خدارا جھٹ پٹ

ردیف ثائے مثلثہ

اب سے ہماری توبہ ہے کی جو وفا تو کیا عبث
عجز و نیاز عشق ہیچ خواہش و التجا عبث

مجھکو سنا کے جب کہا جسے کوئی ہو وفا کرے
کہنے کو تھا بجا درست منہ سے نکل گیا عبث

عشق میں تیرے فائدہ گر رنج اٹھائے بے قدر
تکیہ کلام ہے مرا کوئی کرے وفا عبث

عشق کیا ہی کرتے ہیں یونہی ہزاروں بے تمیز
داغ کی جان و مال کو روتے ہیں آشنا عبث

پڑا ہے آج جبیں پر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث
ہوا کیوں تیز خنجر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

خفا بیٹھے ہو اکثر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث
ستم ہوتے ہیں مجھ پر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

کہا گر ہم نے ہرجائی تو کیوں تم نے برا مانا
پھرا کرتے ہو دن بھر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

اشاروں میں ہوئیں باتیں یقیں مجھ سے نہیں آج کچھ پایا
یہی چرچا ہے گھر گھر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

تمہیں جانو تمہیں سمجھو وہ کیوں اتنا پریشاں ہے
بنائے داغ مضطر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

ردیف جیم تازی

روکا ہی کیا رشک بٹھاتا ہی رہا ضعف
بیتاب ہی دل لے ہی گئی غیر کے گھر آج

اندیشۂ فردا نہ رہے حضرت زاہد
میخانے میں پی لیجئے تھوڑی سی اگر آج

ہر نقش قدم میں ہے اثر خون جگر کا
تلوؤں سے ترے کس نے ملے دیدۂ تر آج

بسمل ہی کیا اُسکو جیسے خواب میں دیکھا — سوتے میں بھی لڑتی رہی قاتل کی نظر آج
وعدے پہ مرے اُنکے قیامت کی ہے تکرار — اور بات ہے اتنی کہ اِدھر کل ہے اُدھر آج
یاں قصد عدم کا ہے وہاں قتل کا ساماں — دیکھیں تو سہی پہلے بندھے کسکی کمر آج
یہ شوق یہ ارمان یہ حسرت یہ تمنا — کیا ہو مرے قابو میں تم آجاؤ اگر آج

معلوم نہیں کل مری تقدیر میں کیا ہے
لے نالۂ دل عالم بالا کی خبر آج

وہ میں کہ میسر تھا مجھے ساغر جمشید — پیتا ہوں تو کرتا ہے کمی خون جگر آج
وہ میں کہ مرا قصر تھا اک رشک ارم تھا — بستر ہے گدایانہ سر راہ گزر آج
وہ میں کہ مری عرش پہ تھی منزل عالی — کرتی ہے زمیں بھی مرے قدموں سے حذر آج
وہ میں کہ مجھے عالم بالا کی خبر تھی — اے بیخبری خاک نہیں اپنی خبر آج
وہ میں کہ مجھے سیر گلستاں سے غرض تھی — ہے خون جگر اور مرا دیدہ تر آج
ساماں تھا دنیا کا مرے واسطے موجود — دنیا سے گذرنے کو نہیں زاد سفر آج

تھی کل سے تلاش اُنکی مرے قتل پہ اے داغ
نکلے وہ عزادار بنے غیر کے گھر آج

میرا جدا مزاج ہے اُن کا جدا مزاج — پھر کس طرح سے ایک ہو اچھا بُرا مزاج
دیکھا نہ اسطرح کسی معشوق کا غرور — اللہ کیا دماغ ہے اللہ کیا مزاج
نا اتفاقیاں تھیں پیام و سلام تک — جب مل گئی نظر سے نظر مل گیا مزاج
کل اُنکا سامنا جو ہوا خیر ہو گئی — بدلی ہوئی نگاہ تھی بدلا ہوا مزاج

اُن کو بغیر چھیڑ کئے چین ہی نہیں
کتنی شریر طبع ہے کیا چلبلا مزاج

سچ ہے خدا کی دین میں کیا دخل ہو سکے
اک داغ کا مزاج ہے اک آپ کا مزاج

جائے آسودگی کہاں ہے آج
جو زمیں کل تھی آسماں ہے آج

تم وہاں تھے تو دل وہاں تھا کل
تم یہاں ہو تو دل یہاں ہے آج

اِس ہدف پر لگائیں گے وہ تیر
دل نشیں داغ کا نشاں ہے آج

ردیف جیم فارسی

غربت کے رنج فاقہ کشی کے ملال کھینچ
لے داغ پر زمانے سے دستِ سوال کھینچ

نازک بہت ہے رشتۂ الفت نہ ٹوٹ جائے
اتنا نہ اپنے آپ کو اے مہ جمال کھینچ

قامت دکھا کے آج صنوبر کو کر قلم
سولی پہ سروِ باغ کو اے نونہال کھینچ

وہ ٹھنڈے ٹھنڈے چین سے گھر کو چلے گئے
لے اور آہِ سردِ دلِ پُر ملال کھینچ

اے داغ جذبِ عشق کی دیکھیں گے اب کشش
کی اُس کشیدہ رو نے تو ہم سے کمال کھینچ

یوں مصوّر یار کی تصویر کھینچ
کچھ ادا کچھ ناز کچھ تقریر کھینچ

کیوں کھٹکتا ہے عبث لے خارِ عشق
یا نکل یا دامنِ تاثیر کھینچ

ہو چکا سفّاک عذرِ ناز کی
تو کماں کیطرح دل سے تیر کھینچ

دامنِ یوسف اگر کھینچا تو کیا
اے زلیخا دامنِ تاثیر کھینچ

داغ کو تو نیم بسمل چھوڑ دے
دل سے لے سفاک آدھا تیر کھینچ

یہ جانتے ہیں جان تو جائیگی ایکدن
ناصح کے ڈر سے خیر مناتے ہیں جھوٹا سچ

وعدہ وفا کریں نہ کریں آئیں یا نہ آئیں
گھبرا کے کچھ تو بول تو جاتے ہیں جھوٹ سچ

انصاف یہ کہ آپکے سوالوں کا کیا جواب
باتیں اگرچہ ہم بھی بناتے ہیں جھوٹ سچ

ردیف حائے حطی

پکارتی ہے خموشی مری فغاں کیطرح
نگاہیں کہتی ہیں سب رازِ دل زباں کیطرح

بگڑ گئی ہے یہاں بیطرح جہاں کیطرح
کہاں کی وضع کہاں کی ادا کہاں کیطرح

چھڑا دے قید سے لے قید ہم اسیرِ دل کو
لگا دے آگ قفس کو بھی آشیاں کیطرح

کبھی تو صلح بھی ہو جائے زاہد و مستی میں
آئی شیخ بھی مخمور ہو مغاں کیطرح

جلا گئے داغ محبت نے دل کو خاک کیا
بہار آئی مرے باغ میں خزاں کیطرح

حیا نے روک لیا جذبِ دل نے کھینچ لیا
چلے وہ تیر کی صورت کھنچے کماں کیطرح

تلاش یار میں چھوڑی نہ سرزمیں کوئی
ہمارے پاؤں میں چکر ہے آسماں کیطرح

جھکی رہی جوانی بھی خود بخود حیا سے آنکھ
گری ہی پڑتی ہے بیمار ناتواں کیطرح

یہ مستعد راہ ہو اکس کا پاس رسوائی
گزر گئے ہو کے ہیں مرے اشک کارواں کیطرح

دامنِ یوسف اگر کھینچا تو کیا — اے زلیخا دامنِ تاثیر کھینچ

داغ کو تو نیم بسمل چھوڑ دے
دل سے لے سفاک آدھا تیر کھینچ

یہ جانتے ہیں جان تو جائیگی ایکدن — ناصح کے ڈر سے خیر مناتے ہیں جھوٹ سچ

وعدہ وفا کریں نہ کریں آئیں یا نہ آئیں — گھبرا کے کچھ تو بول تو جاتے ہیں جھوٹ سچ

انصاف یہ کہ آپکے سوالوں کا کیا جواب
باتیں اگرچہ ہم بھی بناتے ہیں جھوٹ سچ

ردیف جائے حطی

پکارتی ہے خموشی مری فغاں کیطرح — نگاہیں کہتی ہیں سب رازِ دل زباں کیطرح

بگڑ گئی ہے یہاں بیطرح جہاں کیطرح — کہاں کی وضع کہاں کی ادا کہاں کیطرح

چھڑا دے قید سے لے قید ہم اسیر دل کو — لگا دے آگ قفس کو بھی آشیاں کیطرح

کبھی تو صلح بھی ہو جائیگی زاہد و مستی میں — آئی شیخ بھی مخمور ہو مغاں کیطرح

جلا دیئے داغ محبت نے دل کو خاک کیا — بہار آئی مرے باغ میں خزاں کیطرح

چھپا سکے نہ رُکے لیا جذب دل نے کھینچ لیا — چلے وہ تیر کبھی جو رہتے کھنچے کماں کیطرح

تلاش یار میں چھوڑی نہ سرزمیں کوئی — ہمارے پاؤں میں چکر ہے آسماں کیطرح

جھکی پڑی جاتی ہے کچھ تجھ کو حیا سے آنکھ — گری ہی پڑتی ہے بیمار ناتواں کیطرح

یہ سنتا ہو کس کا پاس رسوائی — ٹھہر گئے ہیں مرے اشک کارواں کیطرح

ادائے مطلب دل ہم سے سیکھ جائے کوئی
انہیں سُنا ہی دیا حال داستاں کی طرح

یہ دل ہے آپ کا گھر رہیے شوق سے لیکن
شکیبِ راحت و صبر و قرارِ جاں کی طرح

قیامت آئی شبِ وصل میرے گھر کے پاس
رقیب نے اُسے آواز دی اذاں کی طرح

مجھے یہ حکم ہے زنہار تم نہ کرنا عشق
نصیحتیں بھی وہ کرتے ہیں امتحاں کی طرح

ہم اپنے ضعف کے صدقے بٹھا دیا ایسا
ہلے نہ در سے ترے سنگِ آستاں کی طرح

کچھ اُن سے کہنے کو بیٹھے تھے ہم خلوت میں
رقیب آ ہی گیا مرگِ ناگہاں کی طرح

میں پوچھتا ہوں آپ سے اُلفت کے باب میں
دیجیے خدا کے واسطے اِس کی کوئی صلاح

دل کو صلاح کار بنا کر ہوئے خراب
دشمن وہی ہے دے جو بُری بات کی صلاح

کہتے ہیں جب وہ مجھ سے تجھے ہم کریں گے قتل
کہتا ہوں ہاتھ باندھ کے جو آپ کی صلاح

رنجِ فراقِ یار میں مر جاؤں یا جیوں
میں تجھ سے پوچھتا ہوں یہ اے بیکسی صلاح

گذری ہے یا تو یوں یا تو نہیں آدھی شبِ وصال
میرے حضور شام ہے اُنکے حضور صبح

میں نے شبِ فراق یہ کہکر گذار دی
وہ آئی لے وہ آئی دلِ ناصبور صبح

بے صبریوں سے داغِ شبِ غم میں فائدہ
کمبخت تیرے نالوں سے ہوگی ضرور صبح

دل نہ رہا سینے میں دم کی طرح
ٹوٹ گیا تیری قسم کی طرح

تم مرے دل میں رہو دم کی طرح
دم نہ سہی حسرت و غم کی طرح

عہد کسی طرح گوارا نہ تھا — اُس نے قسم کھائی ہے سم کی طرح
جب یہ کہا مرتے ہیں کہتے ہیں وہ — مر نہ گئے اہلِ عدم کی طرح
غیر کے آ گئے وہ مرے حال پر
لطف بھی کرتے ہیں ستم کی طرح

ردیفِ خائے معجمہ

ہوئی جیسے زبانِ یار گستاخ — خوشامد گو ہوئے ناچار گستاخ
رہوں چپ تو کہیں چپ لگ گئی ہے — اگر بولوں بنائیں یار گستاخ
کہا کیا کیا دمِ عرضِ تمنا — ہوا سو بار چپ سو بار گستاخ
تری رحمت اگر حامی نہ ہوتی — نہ ہوتے کافر و دیندار گستاخ
نہ خنجر ہے پاسِ ادب داغ
نہ ہوتا مرتے دم زنہار گستاخ

نرگسی چشم ہے بلا کی شوخ — شوخ بھی اور انتہا کی شوخ
ہر نگہ تیری انتہا کی شریر — ہر ادا تیری انتہا کی شوخ
جو فرشتے سے بھی نہ باز آئے
ہے زباں ایسے بے حیا کی شوخ

ردیف دال مہملہ

بھاگوں علاجِ دردِ محبت سے کیوں نہ میں
دینگے طبیب زہر یقیں ہے دوا کے بعد

دیتے ہیں داغ لطف و عنایت سے پیشتر
دل مانگتے ہیں کینہ و جور و جفا کے بعد

بھولے سے ہم اُنکو پہلے ہی ناراض کر دیا
چوکے ہم اُنسے کرتے تھے شکوے دعا کے بعد

آرام کیلئے ہے تمہیں آرزوئے مرگ
اے داغ اور جو چین نہ آیا فنا کے بعد

ہے قہر اگر اب بھی نہو رازِ نہاں بند
لب بند نفس بند دہن بند زباں بند

جس دل کو لگی ہو وہ کرے خاک فغاں بند
کیجئے تری فریاد یہ کس کس کی زباں بند

مقبول نہ ہونگی کسی میکش کی دعائیں
میخانہ کا دروازہ نہ کر پیرِ مغاں بند

کیا جانے گئے چھپا کے شبِ وصل کدھر ہے
تا صبح جو دیکھا تو رہا قفلِ مکاں بند

وہ زیست نہیں موت ہے اے داغ پھر اسکو
زندانِ علائق میں ہو جو کوئی جواں بند

دلمیں ہے غم و رنج و الم حرص و ہوا بند
دنیا میں مخمس کا ہمارا نہ کھلا بند

اے محتسب آکدھم سے ترے کتنے میخانے ہیں
شیشہ کا ہے دم بند صراحی کا گلا بند

دم رکتے ہی سینے سے نکل پڑتے ہیں آنسو
بارش کی علامت ہے یہ جو ہوتی ہے ہوا بند

رک جائے جو رو کے سے وہ نالہ نہیں اپنا
محشر میں بھی ہوگا نہ یہ آزاد ذرا بند

کہتے تھے ہم اے داغ وہ کوچہ ہے خطرناک
چھپ چھپ کے مگر دیکھ آئے آپ کا جانا ہوا بند

چھپتے ہیں کب چھپائے سے اے خوبرو پسند
آنکھیں یہ کہہ رہی ہیں کہ آیا ہے تو پسند

ناکام جاوداں کی تجھے آرزو پسند
گم کردہ کارواں کی تجھے جستجو پسند

اے غم معاف کر کہ یہ حصہ ہے عشق کا
مہماں کو منہ آئے گا جھوٹا لہو پسند

خاموش سنتی رہتی ہے ہجر و شب فراق
تصویر یار کو ہے مری گفتگو پسند

جی چاہتا ہے روز بدل جائے روزگار
مٹ جائے وہ زمانہ جسے آئے تو پسند

آنسو گرا جو آنکھ سے تقدیر نے کہا
ملتے ہیں دیکھ خاک میں یوں آبرو پسند

بدنام کر دیا ہے تمہیں عشق غیر نے
اب ہو گیا خطاب تمہارا عدو پسند

پھر دل پہ آ رہی ہے حضرت داؤد پر درود
جب آ گیا ہے داغ کوئی خوش گلو پسند

ہوتی ہے جنس مہر و وفا چار سو پسند
آگے تری پسند کرے جس کو تو پسند

میری طرح سے جائیگی تجھ پر کسی کی جان
میری طرح سے آئیگا عالم کو تو پسند

جنت میں پھول پھول کو میں سونگھتا پھرا
دنیا میں تھی کسی گل عارض کی بو پسند

افسانۂ کلیم و تجلی بہت سنا
وہ آنکھ آنکھ ہے جسے آ جائے تو پسند

کیا کیا بری طرح سے ملایا ہے خاک میں
آنکھوں کو بھی نہیں ہے سے دل کا لہو پسند

دینے لگے اخیر وہ باتوں میں گالیاں
جانا کہ اسکو آئی مری گفتگو پسند

رگ رگ سے دم نکال لیا ڈھونڈ ڈھونڈ کر
درد فراق کی ہے تجھے جستجو پسند

سو حسرتوں میں ایک تو معلوم ہو مجھے
یہ شوق نا پسند ہے یہ آرزو پسند

رغبت ہے ہجر میں کسے آب و طعام
آنسو عزیز زہر گوارا لہو پسند

اے داغ ہوچکا ہے تمہیں ذلت سے عشق کی
دنیا میں ہو تمہیں تو بڑے آبرو پسند

نہ کیونکر افضل ہمارا محمدؐ — کہ ہے اپنے پیارے کا پیارا محمدؐ
الٰہی یہ محشر میں ہم کہتے جائیں — کہاں ہے کہاں ہے ہمارا محمدؐ
یہی بات عاشق نے معشوق سے کی — نہیں تیری فرقت گوارا محمدؐ
کہیں گے یہی اُس شہ انبیا سے — وہاں ہونگے جب آشکارا محمدؐ
شفیع امم روزِ محشر تمہیں ہو — ہمیں ہے تمہارا سہارا محمدؐ

بلا لو مدینے میں پھر داغ کو تم
نہیں ہند میں اب گذارا محمدؐ

خدا دے تو دے آرزوے محمدؐ — کرے چشم و دل جستجوے محمدؐ
کہاں باغ جنت کہاں باغ یثرب — کہاں بوے گل اور بوے محمدؐ

الٰہی نہ ہو داغ کا بال بیکا
رگِ جاں بنے تار موے محمدؐ

نہ ہو مہربان ہو گئے نا مہرباں — عداوت مری ہے محبت کے بعد
اڑینگے وہ حوروں سے فردوس میں — یہ فتنہ اُٹھے گا قیامت کے بعد
مجھے منہ لگاکر نہ دل سے اُتار — کہ ذلت نہیں دیتے عزت کے بعد

تڑپتا نہ دیکھا گیا داغ کا
ہوا خاتمہ کس مصیبت کے بعد

اے وعدہ فراموش رہے تجھکو جفا یاد
یہ بھول بھی کیا بھول ہے یہ یاد بھی کیا یاد

بھولا نہیں میں قطع تعلق پہ غم و عیش
اِس کا بھی مزا یاد ہے اُسکا بھی مزا یاد

دل دیتے ہیں لو مفت میں کیا یاد کروگے
احسان جو مانوگے تو آئے گی وفا یاد

چبھتا تھا لڑکپن ہی سے کچھ بانکپن اُسکا
ترچھی سی نگہ یاد ہے برچھی سی ادا یاد

محشر میں حسینوں کی طرف تاک لگائی
وہ میں ہی تو ہونگا یہ رہے تمکو پتا یاد

تم بھولتے ہو آج کی بات آج ہی اکثر
مشکل ہے اگر وعدۂ فردا نہ رہا یاد

معشوق سے اے داغ تغافل کا گلہ کیا
کیوں یاد کرے تمکو کرے اُسکی بلا یاد

گو اُن کے گھر سے ہو گئے مہر ندیم بند
رکھتا نہیں ہے کام کسی کا کریم بند

ہوگا دمِ اخیر بھی لب پر مرے الم
ہوگی زبان پڑھ کے الف لام میم بند

قاتل کی طرز نیم تبسم اُڑائی ہے
لب نیم وا ہیں زخم جگر کے تو نیم بند

ایسی سُنی ہیں ہم نے بہت لن ترانیاں
رو کے سے کب ہوئی ہے زبانِ کلیم بند

چوری سے کوئی رات کو نکلا ہے دیکھئے
دروازہ گھر کا نیم ہے وا اور نیم بند

ہم بحر اشک روک کے رکھتے ہیں آنکھ میں
کوئی کرے تو کوزے میں دریا عظیم بند

اے داغ اپنے جور و جفا کا گلا عبث
تیرے کہے سے ہوگی نہ رسم قدیم بند

ردیف ذال معجمہ

لاکھ لکھیئے انھیں اندوہ و محن کا کاغذ
کب وہ پڑھتے ہیں کسی سوختہ تن کا کاغذ

آتشِ رنگِ حنا سے ترے ہاتھوں میں نگار
جل نہ جائے کہیں اس سوختہ تن کا کاغذ

غور سے ہم نے جو دیکھا تو صفت میں تیری
کوئی خالی نہیں اربابِ سخن کا کاغذ

آئی پیری تو کہاں رنگِ جوانی کی بہار
کہ بگڑ جاتا ہے تصویرِ کہن کا کاغذ

ورقِ دل پہ کھنچی داغ صنم کی تصویر
تھا اسی کام کا یہ اور اسی فن کا کاغذ

ہیں میرے گلے میں ہار تعویذ
اک درد جگر ہزار تعویذ

کھینچی ہیں زمیں پہ اک پری نے
یوں لکھتے ہیں خاکسار تعویذ

دشمن مرے زہر گھولتے ہیں
اور مونس و غمگسار تعویذ

چاہا ہوں تجھ سے ہزار تعویذ
ہوں سنگِ ستم ہزار تعویذ

قرطاس فلک جو مجھکو ملتا
لکھتا پئے حُسنِ یار تعویذ

اُن بازوؤں پہ فدا ہیں جوشن
صدقے قربان نثار تعویذ

جوڑا جو کھلا تو کھل پڑا دل
ہم سمجھے تھے لے نگار تعویذ

تسخیر پری کے واسطے داغ
لکھتا ہوں میں بار بار تعویذ

ردیف رائے مہملہ

تمام عالم میں خاک چھانی یہ عشق آخر کو تنگ ہو کر
جب آدمی کو نہ پایا تو وہ تو دل پہ بیٹھا خدنگ ہو کر

وہی تو ہے شعلۂ تجلی کہ دشتِ ایمن سے تنگ ہو کر
جب اُس نے اپنی نمود چاہی کھلا حسینوں پہ رنگ ہو کر

نہ دیکھو دیکھو تم آئینے کو کہ مجبور رہتا ہے ہول ہر دم
کہیں نہ جم جائے عکس اُس کا رُخِ مصفا پہ زنگ ہو کر

نگاہِ دزدیدہ کس نے دیکھی دکھاؤ آنکھیں کرو نظارے
لڑے گی میدان میں نگہ کیا لڑی اگر خانہ جنگ ہو کر

برنگِ حسرت مثالِ ارماں جو آ گیا یاں سے پھر نہ نکلا
رہے گا سینے میں تیر تیرا اسیرِ قیدِ فرنگ ہو کر

کچھ ایسے فتنوں پہ فتنے اُٹھے کہ شورِ محشر بھی چیخ اُٹھا
اُٹھی قیامت بھی ساتھ میرے تو جو نکلے کوچہ سے تنگ ہو کر

نہ وہ نظارے نہ وہ اشارے نہ ویسے غمزے نہ ویسی چشمک
غضب ہے پابندِ شرم ٹھہری نگہ تری شوخ و شنگ ہو کر

وہ قتل کرتے ہوئے جو جھجکے تو یاد آغازِ عشق آیا
کہ بارہا یونہی رہ گئی تھی ہمارے دل میں اُمنگ ہو کر

کھلے الٰہی نہ عقدۂ دل کہ اس سے اُمید بندھ رہی ہے
عجب نہیں آرزوئیں نکلیں جو دل کی تنگی سے تنگ ہو کر

بکھر رہے ہوئے ہیں ہزار ارماں پھر اُس پہ حسرت تو نکلی حسرت
کہاں نکل جاؤں رہا الٰہی میں دل کی وسعت سے تنگ ہو کر

چھلکی ذرا چشمِ جنگجو بھی نکل گئی دل کی آرزو بھی
بڑا مزا اُس ملاپ میں ہے جو صلح ہو جائے جنگ سا ہو کر

ہوا بیگانہ خنجر پہ تیرے وفا کر تو نے مجھ پہ جو کہ مارا!
یہ داغ غم کا نشان ہے چھٹے گا ہر گز نہ رنگ سا ہو کر

نہ رکھو حشر پہ موقوف داستاں میری
کرو خدا کے لیے رحم اہلِ محشر پہ

اُڑی ہی ہے خاک زمانے میں تیرا اب تک
جمی ہی ہے آ کے ہمارے دلِ مکدر پہ

وہ چشم مست پھر اُس پہ یہ نچنۂ مژگاں
کہ جیسے ہاتھ کسی نازنیں کا ساغر پہ

نیاز و ناز دکھاتا ہے نشیب و فراز
زمیں ہے زیرِ قدم آسماں ہے سر پہ

اُمیدِ وصل ہو کیا ایک وعدۂ دیدار
اُسے بھی تو نے تو رکھا ہے روزِ محشر پہ

نہیں ہے ہوش سے خالی ہماری بیہوشی
کہ بیخودی میں گرے بھی جو ہم تو ساغر پہ

فلک گرے بھی جو سامانِ عیش کو برباد
تو جامِ جم پہ گرے آئینۂ سکندر پہ

اُلجھ رہا ہے جو دیوانہ وار درباں سے
بپا ہے حشر کا ہنگامہ آپ کے در پہ

وہ ناز کر کہ جاتے ہیں باہر نکل کر
چھپے اس طرح جس طرح کوئی چل کر

محبت نے کی جب میری دستگیری
مقدر نے رو رو دیا ہاتھ مل کر

ہماری گواہی نہ دے حشر کے دن
ہوئے کچھ اِدھر کچھ اُدھر اوگٹ ٹالکر

نہ اُٹھنے دیا دل نے اس انجمن سے
کیا قصد سو بار زانو بدل کر

ہوئے ایک دیر و حرم کے مسافر
کچھ اس راہ چلکر کچھ اس راہ چل کر

رہِ عشق کی ٹھوکریں ہم سے پوچھو
کہ سنبھلے ہیں گر کر گرے ہیں سنبھل کر

نہ پوچھو شبِ ہجر کیونکر بسر کی
یہ کروٹ بدلکر وہ کروٹ بدل کر

ہوئی نہ بے اثر سرد مہری بتوں کی
یہ ٹھنڈے ہوئے حضرتِ داغ جلکر

عمر کیونکر نہ بسر کیجئے غافل ہو کر
کہ ملا ہے ہمیں اک قطرۂ مے دل ہو کر

صدقے اس ابروئے پُرخم کے تمنا ہے یہی
حشر تک لوٹئے اس تیغ کے بسمل ہو کر

لیگئی دل کو چُرا کر تری دزدیدہ نظر
لٹ گئے ہم تو رہِ عشق میں غافل ہو کر

قدرداں کوئی نہیں اہلِ سخن کا اے داغ
کیا کریں آہ کسی کام ہیں کامل ہو کر

بخار اچھا نکالا سوزِ دل نے چشمِ گریاں پر
کہ ہر آنسو سرِ مژگاں آبلہ ہے نوکِ خارِ مژگاں پر

نمودِ صبح تک کیا جانے کیا کیا رنگ بدلیگی
ابھی سے بیکسی چھائی ہے میری شامِ ہجراں پر

الٰہی خیر ہو بیٹھے بٹھائے پھر جنوں نے ہاتھ دوڑایا
کہ اک آفت ہے دامن پر قیامت ہے گریباں پر

ملے تجھے لبِ ہی اُس لب سے کہ مارا تیغِ ابرو نے
یہ ناکامی کہ مجھکو موت آئی آبِ حیواں پر

ہجومِ یاس و نومیدی و فوجِ حسرت و ارماں
چڑھائی لشکرِ غم کی ہے اک جانِ پریشاں پر

نگاہ و غمزہ و ناز و ادا نے دلکو گھیرا ہے
کیا اُن کافروں نے حملہ بیچارے مسلماں پر

کہاں ہے داغ جسے لے بھاگتے ہیں کچھ خبر ہے تجھکو
پٹک کر اشک خونیں رہ گئے ہیں جیب و داماں پر

یہ خونِ داغ ہے ہرگز نہیں چھٹنے کا اے قاتل
کہ اس کا حشر تک دھبہ رہیگا تیرے داماں پر

ڈالتے ہو کیوں دوپٹے کا تم آنچل دوش پر
بار ہوتے پہلے ہی گیسوے مسلسل دوش پر

پہلے اچھی تھیں وہ زلفیں اب ہوئیں مارِ سیاہ
آگئیں اب زیرِ کمر رہتی تھیں اول دوش پر

شاخِ گل پر کچھ نظر کیجیے کہ سنبل کی طرف
دیکھیے اسکی کمر یا زلف کا بل دوش پر

لیکے آئے ہیں آج تو لے داغ وہ سینے سے گل
سر سلامت آپ پا لیجیے نہیں گل دوش پر

یاں دلمیں خیال اور ہے واں مدِ نظر اور
ہے حال طبیعت کا ادھر اور ادھر اور

ہر وقت ہے چتون تری اے شعبدہ گر اور
اک دم میں مزاج اور ہے اک پل میں نظر اور

ناکارہ و ناداں کوئی مجھ سا بھی ہوگا
آیا نہ بجز بیخبری مجھکو ہنر اور

ہوں پہلے ہی میں عشق میں غرقابِ خجالت
کیوں مجکو ڈبوتے ہیں مرے دیدۂ تر اور

ٹھہرا ہے وہاں مشورۂ قتل ہمارا
لو حضرتِ دل ایک سنو تازہ خبر اور

بھر بھر کے جو دیتے ہیں وہ جام اور کسی کو
لے لیکے مزے پیتے ہیں یاں خونِ جگر اور

ہم جانتے ہیں خوب تری طرزِ نگہ کو
ہے قہر کی آنکھ اور محبت کی نظر اور

اے داغ مئے عشق سے کیا زہر کو نسبت
ہے اسمیں اثر اور وہ رکھتا ہے اثر اور

حیف شرمندہ نہیں تو ستم آرا ہو کر
ہم پہ کرتا ہے ستم یار ہمارا ہو کر

یہ تمنا ہے شہیدوں کو ترے لئے قاتل
کہ یونہی قتل ہوں ہم زندہ دوبارا ہو کر

کل کچھ اقرار بھی تھا آج ہے بالکل انکار
مٹ گیا حیف ہے اتنا بھی سہارا ہو کر

خاک کس سوختہ جاں کی ہے ترے کوچہ میں
کہ ہر اک ذرہ جو اٹھتا ہے شرارا ہو کر

بے مزہ عشق کا آغاز سے انجام ہوا
ناگوارا دل نازک پہ ہے گوارا ہو کر

چھد گئی سوزن مژگاں سے نقاب اس رخ کی
رہ گیا گر کبھی پردے میں اشارا ہو کر

غیر کے سر میں وہ کرتے ہیں جو کنگھی اپنی
رشک دل چیرتا ہے داغ کا آرا ہو کر

دے خوشی کے عوض اندوہ و الم گن گن کر
لے شب وصل کے بدلے شب غم گن گن کر

یاد آتی ہے اگر اک نگۂ لطف تری
بھول جاتا ہوں ترے لاکھ ستم گن گن کر

پیچ تقدیر کے کیا کیا مجھے یاد آتے ہیں
شب کو اس کاکل پر پیچ کے خم گن گن کر

تھا ہمیں ہجر میں ایک ایک مہینہ برسوں
دن گزارے ہیں ترے سر کی قسم گن گن کر

انگلیوں پر جو ہوا کرتی ہے گنتی ہر روز
یاد کرتے ہیں وہ انداز ستم گن گن کر

چار ہی داغ دیے تو نے فلک لاکے کو
جو سخی ہیں نہیں دیتے ہیں درم گن گن کر

دس کے دو کہتے ہیں جب لیتے ہیں بوسے انکے
بھول ہم ڈال دیا کرتے ہیں کم گن گن کر

ہم کو مطلب نہیں دینار و درم سے اے داغ
شاد ہیں داغ جگر عشق میں ہم گن گن کر

جواب وصل نکلا آپکے منھ سے نہیں بنکر
شکایت بھی یہاں آئی تو لب پہ آفریں بنکر

مکدر ہمکو رکھنا تھا تو یوں اے چرخ رکھنا تھا
کدورت دلمیں رہتی اسکے کوچے کی زمیں بنکر

جو کرتے پیروی مجنوں کی ہم کیا ہمکو سودا تھا
مگر وہ دلمیں بیٹھا لیلیٰ محمل نشیں بنکر

خیال نازکی سے کوئی نالے کر نہیں سکتا
ہزاروں آفتوں سے بچ گئے تم نازنیں بنکر

یہاں ہم بدنصیب ہونگے جو حصے میں نہیں آتی
الٰہی رہ گئی کیا خوبیٔ قسمت نہیں بنکر

شراب عشق کی ہم نے عجب تاثیر دیکھی ہے
بگڑ کر یہ کہیں دیتی ہے کیفیت کہیں بنکر

نہیں ہوتا اثر خجالت سے لب تک آ نہیں سکتے
رہی ہے آہ سینے میں نگاہِ شرمگیں بنکر

کوئی معشوق سے ایسی زبردستی بھی کرتا ہے
کہ تیرا نام چبھتا ہے مرے دلمیں نگیں بنکر

تمہارے لب کے آگے خندۂ گل کا یہ نقشہ ہے
کہ جیسے صورت کوئی بدشکل اترائے حسیں بنکر

حناب آلودہ چہرہ کی ادا پر لوٹ ہوں قاتل
مرے دل پر چھری پھرتی تری چین جبیں بنکر

یہ سنتے ہی رہا اک شور برپا اُنکی محفل میں
گئے تھے رات کو کیا داغ دیوانے تمہیں بنکر

لُٹ گئے عشق میں گھر سیکڑوں ویراں ہو کر
پھر گئی آنکھ تری گردشِ دوراں ہو کر

جب کہیں جاتے ہو آتے ہو پشیماں ہو کر
تم کو جانا نہیں آتا ابھی مہماں ہو کر

اُس کو حسرت نہ رہی دشمنِ ایماں ہو کر
کوئی دن دیکھ لو اے داغ مسلماں ہو کر

ہم تو اُس داغ کے قائل ہیں جو چمکے تا حشر
دل کے پردے میں چراغِ تہِ داماں ہو کر

دردِ سر ہونے لگا سُنکے زیادہ تعریف
اُٹھ گئے آج وہ محفل سے پشیماں ہو کر

سانس بیتاب قدم تیز پریشان نظر
آئے ہو کیا طرفِ گورِ غریباں ہو کر

خیر بہتر ہے تغافل ہی سہی سُن لینا
جان پر کھیل گیا کوئی پریشاں ہو کر

مصلحت سے نہ کیا جور تو کیا ہوتا ہے
آدمی توبہ کرے دل سے پشیماں ہو کر

نالے رہ جاتے ہیں رک رک کے مرے سینے میں
تیر بیٹھا ہے ترا حلق کا درباں ہو کر

یہ ہنر دستِ جنوں کا یہ سلیقہ دیکھو
دھجیاں اڑتی ہیں دامن کی گریباں ہو کر

کس خرابی میں ہیں آزارِ محبت والے
یہ بگڑتا ہے مرض قابلِ درماں ہو کر

دیکھنے والے ہی سو عیب لگا دیتے ہیں
کوئی جو چاہے کرے آنکھ سے پنہاں ہو کر

اپنے ہاتھوں سے وہ خط چاک کرے اے قاصد
یہ رہے گا مرے سینے پہ گریباں ہو کر

ضعف سے خوش ہوں کہ جب ہاتھ رکھا سینے پر
انگلیاں چبھ گئیں دل میں تری مژگاں ہو کر

اس نزاکت سے یہ ڈر ہے کہ گلے پر میرے
تیری تلوار نہ رہ جائے گریباں ہو کر

تیری حسرت مجھے لائی ہے تری محفل میں
میں نہ نکلوں گا کبھی غیر کا ارماں ہو کر

ہائے ویرانیٔ دل بے سروسامانیٔ دل
تیرے ارمان بھی پچھتاتے ہیں مہماں ہو کر

نور کس کا ہے مرے دل میں کہ ہر آہ کے ساتھ
رہ گئی برقِ تجلی سی نمایاں ہو کر

پاس رہنے کی محبت بھی تو ہو جاتی ہے
کیوں کہیں جائیں ہماری شبِ ہجراں ہو کر

تجھ کو معلوم بھی ہے رات کو در پر تیرے
نالے کرتا ہے کوئی روز غزل خواں ہو کر

داغ تو کعبے سے جاتا ہے جو بتخانے کو
شرم آتی نہیں کمبخت مسلماں ہو کر

دستِ جنوں کا اور کریں چارہ گر علاج
سر پیٹتا ہوں جیب و گریباں کو چھوڑ کر

اک پل کی زندگی بھی غنیمت ہے دار پر
ملتے ہیں اشک خاک میں مژگاں کو چھوڑ کر

اہلِ عدم سے کہہ دو مروت سے دور ہے
تنہا نہ جاؤں گا شبِ ہجراں کو چھوڑ کر

آیا ہوں تیرے دام میں صیاد باغ سے
اپنی مراد پر گل و ریحاں کو چھوڑ کر

پوچھا جو اُن سے آؤ گے کب ہنس کے چپ ہو گئے
چہرے پہ اپنے زلف پریشاں کو چھوڑ کر

ظالم تری نگہ نے کیا کام ہی تمام
نشتر چبھوتے ہیں تو رگِ جاں کو چھوڑ کر

محشر سے جائیں خلد میں یارب یہ کب ہوا
حیرت زدہ ہیں ہم اُس بُتِ حیراں کو چھوڑ کر

دنیا میں اور کوئی نہ ہوتا گناہ گار
پچھتا رہا ہوں دامنِ عصیاں کو چھوڑ کر

تم لگا دو عاشقِ دلگیر پر
ناز ہو جس تیغ پر جس تیر پر

چارہ گر مرتے ہیں کیوں تدبیر پر
چھوڑ دیں مجھ کو مری تقدیر پر

شرم مجھ سے اور وہ بھی وصل میں
تم تو نادم ہو کسی تقصیر پر

داورِ محشر کے آگے تو صحیح
لوٹ جاؤ تم مری تقریر پر

داغ سچ ہے جو خدا چاہے کرے
آدمی کا بس نہیں تقدیر پر

جو بل ہے تری زلف گرہ گیر سے باہر
وہ پیچ نہیں ہے مری تقدیر سے باہر

تم گھر سے تو نکلو کوئی آیا ہے مسافر
تم بات تو کر لو کسی رہ گیر سے باہر

حیران ہیں خود اپنی اداؤں سے جہاں میں
آئینہ سے وہ گھر میں ہیں تصویر سے باہر

دربان کے جھگڑے نے بڑا کام نکالا
گھبرا کے وہ نکلے اسی تدبیر سے باہر

آئے ہو تو اب داغ ستم دیکھتے جاؤ
آتا ہے جگر نالۂ شبگیر سے باہر

دل ناوکِ مژگاں تو جگر تیرِ نگہ نے — اس تیر سے باہر ہوں نہ اس تیر سے باہر

دلی سے تو کلکتہ میں پہونچے مگر اے داغ
کیونکر ہوں حصارِ فلکِ پیر سے باہر

حسرت آتی ہے دلِ ناکام پر — اس کو دے ڈالوں خدا کے نام پر
کان میں سن لو کہ رسوائی نہ ہو — ہم چلے آئے ہیں جس پیغام پر
وصل کی شب کیوں نہ اترا کے کہے — صبح عاشق ہو گئی ہے شام پر

جلنے لگتی ہے زباں کہتے ہی داغ
اُف نکل جاتی ہے میرے نام پر

غیر بھی میری طرح کرتے ہیں آہیں کیونکر — میں بھی دیکھوں تو پلٹتی ہیں نگاہیں کیونکر
قہر ہے عہدِ جوانی کی اُمنگ اور ترنگ — دل بھی مانے وہ رقیبوں کو نباہیں کیونکر
نہ دلاسا نہ تسلی نہ تشفی نہ وفا — دوستی اُس بتِ بدخو سے نباہیں کیونکر
زیرِ دیوار کبھی جھانک کے تم دیکھو تو لو — ناتواں کرتے ہیں دل تھام کے آہیں کیونکر
چاہ کا نام جب آتا ہے بگڑ جاتے ہو — وہ طریقہ تو بتا دو تمہیں چاہیں کیونکر
جب وہ آنکھوں میں سمائے تو دل میں آئے — بند ہوں ناصحِ نافہم یہ راہیں کیونکر
شرم سے آنکھ ملاتے نہیں دیکھا اُن کو — پار ہوتی ہیں کلیجے کے نگاہیں کیونکر
درد مندوں سے کہیں ضبطِ فغاں ہوتا ہے — چپکے چپکے ترے بیمار کراہیں کیونکر
یہ چلن کس نے سکھائے یہ طریقے کس نے — آ گئیں جور و جفا کی تمہیں راہیں کیونکر
لالہ و گل کو جو دیکھا تو کہا مجنوں نے — سر پہ کانٹوں کے ہوں سرخ کلاہیں کیونکر

غیر کی چاہ کا دم بھرتے ہو تم کیا جا تو — نالے کس طرح کیا کرتے ہیں آہیں کیونکر

داغ وہ چاہتے ہیں غیر کو چاہے یہ بھی
جو بُرا چاہے ہمارا اُسے چاہیں کیونکر

جب وہ آئے شوخیٔ گفتار پر — چل گئے چال اپنی بھی رفتار پر
صبح کو وہ جاگ کر پھر سو رہے — رہ گیا ہے آئینہ رخسار پر
اُٹھ نہیں سکتی حیا کے بوجھ سے — رحم آتا ہے نگاہِ یار پر
کس کو تھا محشر میں خوفِ بازپرس — ہاتھ دوڑا دامنِ دلدار پر
روکتا ہے جب ہمیں دربانِ یار — شعر لکھ آتے ہیں ہم دیوار پر
دوست لائے اُس گلی سے جب ہمیں — جم گیا سایہ مرا دیوار پر
ضبط سے اشکوں کے طاقت آگئی — پھر گیا پانی دلِ بیمار پر
جیتے جی کا یہ بھی اک آزار ہے — صبر کرنا وعدۂ دیدار پر
چشمِ جاناں سے الگ ہو لے حیا — یوں جھپکے پڑتے نہیں بیمار پر
دیکھ پائے جن میں مضمونِ جمال — معترض ہیں وہ انھیں اشعار پر

داغ کا کیوں غم کیا کہتے ہیں وہ
خوب مرتے تھے ستمگار پر

جانچ لو ہاتھوں میں پہلے دلِ شیدا لیکر — نہیں پھرنے کا مری جان یہ سودا لیکر
دل کا سودا جو کرے تم سے وہ سودائی ہے — دام دیتے ہی نہیں مال پرایا لیکر
آنکھ کا منہ پہ اشارہ کہ نہ چھوڑو دل کو — مسکراتے ہیں کرے گا کوئی ایسا کیا لیکر

کیا تماشا ہے کہ جب غیر سے ہوتے ہو خفا
گالیاں دیتے ہیں وہ نام ہمارا لیکر

شرط انصاف ہے یہ داغ کا دعویٰ ہے بجا
آدمی عشق کرے نام ہمارا لیکر

میرے دلکو دیکھکر میری وفا کو دیکھکر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھکر

میں نے پوچھا تھا ملو گے دن کو تم یارا تلکو
مسکرائے اپنی وہ زلف دوتا کو دیکھکر

دلربا بھی شرم بھی شوخی بھی دل کس کسکو دوں
اس ادا کو دیکھکر یا اُس ادا کو دیکھکر

غیر نے مہندی لگائی اُسکے ہاتھوں میں جو داغ
خون آنکھوں میں اُتر آیا حنا کو دیکھکر

کہا نہ کچھ عرض مدعا پر وہ لے رہے دم کو مسکرا کر
سنا کئے حال چپکے چپکے نظر اُٹھائی نہ سر اُٹھا کر

نہ طور دیکھے نہ رنگ برتے غضب میں آیا ہوا دل لگا کر
وگرنہ دیتا ہے دل زمانہ یہ آزما کر وہ آزما کر

تری محبت نے مار ڈالا ہزار ایذا سے مجکو ظالم
رُلا رُلا کر گھلا گھلا کر جلا جلا کر مٹا مٹا کر

تمہیں تو ہو جو کہ خواب میں ہو تمہیں تو ہو جو خیال میں ہو
کہاں چلے آنکھ میں سما کر کدھر کو جاتے ہو دل میں آ کر

ستم کے جو لذت آشنا ہوں کرم سے بے لطف ہیں وہ ملول
جو تو وفا بھی کرے تو ظالم یہ ہو تقاضا کہ پھر جتا کر

شراب خانہ ہے یہ تو زاہد طلسم خانہ نہیں جو ٹوٹے
کہ توبہ کر لی گئی ہے توبہ ابھی یہاں مئے شکست پاکر

نگہ کو بیباکیاں سکھاؤ حجابِ شرم و حیا اٹھاؤ
بھلا کے مارا تو خاک مارا لگاؤ چوٹیں جتا جتا کر

نہ مہر بشر کا جمال ایسا نہ مہر فرشتے کا حال ایسا
کچھ اور سے اور ہو گیا تو مری نظر میں سما سما کر

خدا کا ملنا بہت ہے آساں بتوں کا ملنا ہے سخت مشکل
یقیں نہیں گر کسی کو ہمدم تو کوئی لائے اُسے منا کر

الٰہی قاصد کی خیر گذرے کہ آج کوچے سے فتنہ گر کے
صبا نکلتی ہے لڑکھڑا کر نسیم چلتی ہے تھرتھرا کر

جناب سلطانِ عشق وہ ہے کرے جو اے داغ اک اشارہ
فرشتے حاضر ہوں دست بستہ ادب سے گردن جھکا جھکا کر

ملے تھے آج مدت میں بہت رو کے بہت تڑپے   وہ دردِ عشق سُن سُن کر ہم اپنا درد کہہ کہہ کر

نہ جانا تھا نہ آ دینگے تو کیوں جانے دیا انکو
یہی لے داغ پچھتاوا مجھے آتا ہے رہ رہ کر

زہے تلاش کہ سرگرمِ جستجو ہو کر   ملا ہوں رنگ میں رنگ اور بو میں بُو ہو کر
نگاہِ شوق نے کیا خواب میں نہیں دیکھا   نیا حجاب ہے چھپنے ہو رو برو ہو کر
نگہ نگہ سے ترے وار تھا کہ دل میرا   مژہ مژہ سے ٹپکتا رہا لہو ہو کر

ہوا ہوں میں بھی اب اے داغؔ اپنا دشمن آپ
زمانہ دوست ہے اسکا ہوا عدو ہو کر

طبیب کہتے ہیں کچھ دوا کر حبیب کہتے ہیں بس دعا کر
رقیب کہتے ہیں التجا کر غضب میں آیا ہوں دل لگا کر

یہ جی میں یاں ٹھن گئی ہے بالکل کہ حال دل کہیئے بے تامل
غضب کیا کیوں کیا تغافل گھٹا دیا حوصلہ بڑھا کر

خدنگ دل دوز سے خدایا بچا نہ پہلو بہت بچایا
اگر جگر سے میں کھینچ لایا تو دل میں بیٹھا یہ گھر بنا کر

نگاہ دزدیدہ پر شرارت اور اُسپہ دزدِ حنا ہے آفت
مگر وہ عیار ہے قیامت کہ چور دیں جسکو دل چرا کر

نثار اس طرز گفتگو پر نہیں کہیں داغؔ سا سخنور
ہنسا دیا ہے رلا رلا کر رلا دیا ہے ہنسا ہنسا کر

سو گھر وہ پھرا کرتے ہیں اس گھر سے نکلکر — کیا پاؤں نکالے دل مضطر سے نکل کر

میں داور محشر سے بہت داد طلب تھا — وہ ڈانٹ گئے مجھکو برابر سے نکل کر

دنیا ہی میں ملتی ہے اُسے دوزخ و جنت — انسان ذرا سیر کرے گھر سے نکل کر

محفل میں بٹھایا پھر اُنھیں کھینچ کے دامن
وہ چھپ کے چلے تھے مرے سر پر سے نکلکر

بزم اغیار کا ظاہر ہے اثر آنکھوں پہ — مہرباں آپکی خفت مرے سر آنکھوں پہ

دہن اُس کا کمر اُسکی نظر آئے نہ کبھی ہو اگر عینک خورشید و قمر آنکھوں پر

تیری زلفوں پہ بلائیں جو بلا گرداں ہیں فتنے قربان ہیں اے شعبدہ گر آنکھوں پر

صبح اُس فتنۂ محشر کو جو دیکھا ہم نے ایک آشوب رہا چار پہر آنکھوں پر

داغ کے دل کا تو کچھ بھید نہ پایا ہمنے
ایک حسرت سی برستی ہے مگر آنکھوں پر

رہتی ہیں دلمیں ایک زمانہ کی خواہشیں بھولا ہوا ہوں زندگیٔ مستعار پر

بیڑا حباب گھرا ہوا ہے پھنسا ہے بُری طرح اللہ رحم کر دلِ ناکردہ کار پر

ہوتا ہے سب کا ایک اشارہ میں فیصلہ وہ چشم شوخ بند نہیں ہے ہزار پر

اُمید اُسکی ذات سے اے داغ چاہیئے
سب منحصر ہے رحمتِ پروردگار پر

دوستی کا ہو زمانے میں بھروسا کس پر تو بھی مجھے چھوڑ چلا اے دلِ شیدا کس پر

امتحاں نالۂ دل کا تو دکھا دوں لیکن یہ تو سمجھو کہ فلک ٹوٹ پڑیگا کس پر

یوں تو معشوق گل و شمع بھی کہلاتے ہیں دیکھنا یہ ہے کہ مرتا ہے زمانہ کس پر

فتنہ پرداز دغاباز فسونگر عیار ہائے افسوس دل آیا بھی تو آیا کس پر

مجھ سے کرتے ہیں نکالیں گے نہیں کچھ تدبیر صاف کہدو کہ دل آیا ہے تمہارا کس پر

لیجئے دل بھی نہ دیا بوسہ جو مانگا تو کہا کوئی سنتا بھی ہے کرتے ہو تقاضا کس پر

جو کہا میں نے کیا کیسے ترے ساتھ سلوک جو ہوا مجھ پہ ہوا ہے ستم ایسا کس پر

دیدیا آسنے مریضوں کو خدا نے بھی جواب آپ بھولے ہوئے بیٹھے ہیں مسیحا کس پر

سامنے غیر کے تم فتنہ مجھے کہتے ہو — چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر
جانب چرخ اشارے سے بتایا اُس نے — جب کہا میں نے مرا صبر پڑیگا کس پر
دل چُرایا ہے مرا آپ بھری محفل میں — اور کہتے ہیں کہ ہے شبہہ تمہارا کس پر
داغ جاتے تو ہیں مقتل میں پر اول سب سے
دیکھئے وار کرے وہ ستم آرا کس پر

بوسہ نہ ملا عارضِ جاناں کا وصل میں — سرکی ذرا نہ زلف چلیپا اِدھر اُدھر
نفرت ہے انکو وصل سے میرا یہی سوال — بیڈھب پڑا ہوا ہے یہ جھگڑا اِدھر اُدھر
تم رات کو کہاں تھے تمہاری تلاش میں — پھرتا تھا کوئی ڈھونڈھنے والا اِدھر اُدھر
ہم تشنۂ جمال ہیں تو ہمکو دیکھکر — ساقی چھپا نہ ساغر و مینا اِدھر اُدھر
اس فتنہ گر سے پھر بھی تو پالا پڑیگا داغ
تھی تاک جھانک آپکی بیجا اِدھر اُدھر

حسرتیں اِترا رہی ہیں آرزو میں شاد ہیں — میری قسمت دیکھکر میرا مقدر دیکھکر
روز جا کر اُسکے کوچہ سے پلٹ آتے ہیں ہم — دیدۂ حسرت سے پھر دل جانب در دیکھکر
وہ خوشی بھی دید کے قابل ہے جب ہوتا ہے شاد — مضطرب کو مضطرب مضطر کو مضطر دیکھکر
دیکھنا یارو جگر کو رو رہا تھا اپنے میں — وہ لئے جاتا ہے دلکو بھی جگر پہ دیکھکر
سخت جانی سے ہمنے کیا داغ دیکھا چاہئے
آج لائے ہیں وہ سو دو سو میں خنجر دیکھکر

آئے کوئی تو بیٹھ بھی جائے ذرا سی دیر — مشتاق دید لطف اُٹھائے ذرا سی دیر

کچھ رہ گیا ہے قصۂ غم وہ سُنا تو دوں
کاش اُنکو اور نیند نہ آئے ذرا سی دیر

میں دیکھ لوں اُسے وہ نہ دیکھے مری نظر
باتوں میں کوئی اُسکو لگائے ذرا سی دیر

سب خاک ہی میں مجکو ملانے کو آئے تھے
ٹھہری رہی نہ اپنی پرائی ذرا سی دیر

تم نے تمام عمر جلایا ہے داغ کو
کیا لطف ہو جو وہ بھی جلائے ذرا سی دیر

ردیف رائے منقوطہ

جو دکھاؤ بھی نہ دیکھوں رُخ پر حجاب ہرگز
یہ وہ آنکھ ہے کہ دیکھا نہیں جس نے خواب ہرگز

مری کثرتِ گنہ کی کوئی حد نہیں رہی ہے
نہ غمِ عذاب مجکو نہ غمِ حساب ہرگز

مری آہِ آتشیں ہے کہ دماغِ مہ جبیں ہے
یہ بلند آسماں پر نہیں آفتاب ہرگز

وہ ہے تیرا مصحفِ رُخ اگر اسکو دیکھ پائیں
تو یہ کافر کتابی نہ چھوئیں کتاب ہرگز

اگر آپ مول لیتے تو تمیز نشہ ہوتی
ملے مفت کی جو زاہد وہ نہیں شراب ہرگز

نہ مزاج یار بدلا نہ مرا نصیب پلٹا
نہیں اے فلک ہمیشہ تجھے انقلاب ہرگز

وہ اثر سے میں ڈرا ہوں یہ دعا میں مانگتا ہوں
کہ مری دعا الٰہی نہ ہو مستجاب ہرگز

یہ بجا کہ منع ہوگا رمضاں میں آب و دانہ
یہ غضب کہ تیس دن تک نہ پئیں شراب ہرگز

کبھی داغ توبہ کی ہے کبھی پھر شراب پی ہے
نہ عذاب ہی ملے گا نہ ملیں ثواب ہرگز

تم بات میں کر دوگے دلِ مردہ کو زندہ
ہاں بیٹھ کے بولو سیکھتا ہے وہ اعجاز کا انداز

کیا جان کسی کی ہے نظر بھر کے جو دیکھے
انداز پھر اس دلبر طناز کا انداز

یوں زیرِ زمیں خاک میں اچھوں کو ملانا
ٹھہرا فلکِ تفرقہ پرداز کا انداز

اے داغ مقلد ہیں اسی طرز کے ہم بھی
ہر شعر میں ہو بلبلِ شیراز کا انداز

ردیف سین مہملہ

کیا بےمروت خلق ہے سب جمع ہیں بسمل کے پاس
تنہا مرا قاتل رہا کوئی نہیں قاتل کے پاس

کیا ماتمِ حسرت کروں وہ شعلۂ بے داغِ غم
جل کر پھپھولے پڑ گئے جب ہاتھ آیا دل کے پاس

مجنوں تری تقدیر سے ناقے نے کی ہیں شوخیاں
لیلیٰ کھڑی ہے منتظر کچھ دیر سے محمل کے پاس

دیکھے ہیں حسن و عشق کے ہم نے نرالے شعبدے
موسیٰ کی جو مٹھی میں تھا وہ داغ نکلا دل کے پاس

ردیف شین معجمہ

وہ سمجھے کیا فلکِ کینہ خواہ کی گردش
اٹھائی جس نے تمہاری نگاہ کی گردش

طریقِ عشق میں ہو راہ راہ کی گردش
کبھی کبھی کا سکوں گاہ گاہ کی گردش

جو آفت کرد دل ابھی چلائیں آسمان و زمیں
بری بلا ہے مری دودِ آہ کی گردش

کسی کو گردشِ کعبہ کسی کو گردشِ دیر
ہمیں پسند تری جلوہ گاہ کی گردش

وہ اور بھول کے یوں آ کے گھر چلے آئیں
مگر نصیب سے لے آئی راہ کی گردش

پھر نگیے داغ نہ دہلی کے دن یقیں مانو
نہیں ہے چرخ میں دولاب جاہ کی گردش

طالبِ وصل میں وہ درپئے قتل — ہے برابر اِدھر اُدھر کی تلاش
چار سُو پھرتی ہے جو انکی نگاہ — ہے کسی دل کی یا جگر کی تلاش

حضرت داغ کا یہ سنِ شریف
اور پھر شوخ سیم بر کی تلاش

ردیف صاد مہملہ

اُس نگہ سے مجھے فتنے کی طمع — اُس دہن سے مجھے دشنام کی حرص
ہائے ساقی کا تغافل مجھے — اور مجھ رند کے آشام کی حرص
آنکھ پھرتی ہے تری لیل و نہار — ہے اسے گردشِ ایام کی حرص
مل گئی میری سیہ بختی میں — دیکھنا زلفِ سیہ فام کی حرص

غیر کے ڈھنگ اڑاؤ لے داغ
ہے اگر راحت و آرام کی حرص

ردیف ضاد معجمہ

جوش ہے اب شباب کا خاتمہ ہے حجاب کا — اُس نگہ شریر سے شرم و حیا کو کیا غرض
اُسکی گلی سے آئے کیوں نکہت زلف لائے کیوں — مجھکو صبا سے کیا اُمید مجھے صبا کو کیا غرض

یہ تو مرا ہی کام ہے سجدے کروں تمہیں کہ دل
کیوں ترے پاؤں پر گرے زلفِ رسا کو کیا غرض

ماتمِ داغ میں شریک ہو نہ ہو اختیار ہے
گھر سے تمہیں بلائیں کیوں اہلِ عزا کو کیا غرض

کوئی ہنسا کرے تو بلا سے ہنسا کرے
کیوں دل جلائیں برقِ تبسم سے کیا غرض

معشوق سے امیدِ کرم داغ خیر ہے
اس بندۂ خدا کو ترحم سے کیا غرض

ردیف طائے مہملہ

میں اور حرفِ شکوہ غلط اے صنم غلط
واللہ جھوٹ ہے یہ خدا کی قسم غلط

تعریفِ حسن سن کے وہ بولے بہت بجا
مضمونِ شوق پڑھ کے کہا یک قلم غلط

سن سن کے عرضِ حال کی تقریر بار بار
کہنا کسی کا ناز سے وہ دمبدم غلط

مشہور کس کا نام ہے جھوٹا جہان میں
کھاتا ہے کون روز قسم پر قسم غلط

بولے وہ داغ آپ ہیں جھوٹوں کے بادشاہ
معشوق سے شکایتِ جور و ستم غلط

حوروں سے ملئے خلدِ بریں کو سدھاریے
دنیا میں آپ کا نہیں ہونے کا غم غلط

آج ٹھہری مری تمہاری شرط
وصل کی شرط اور ہماری شرط

کیوں نہ دشمن کو دشمنی ہو فرض
دوست کو جب ہو دوستاری شرط

اور سنیئے وہ مجھ سے کہتے ہیں
حشر کے دن بھی جاں نثاری شرط

بدگمانوں سے عشق کا دعوے
واہ رے داغ خوب ہاری شرط

ردیف ظائے معجمہ

قول و قسم کی شرم ملاقات کا لحاظ
انسان کو ضرور ہے ہر بات کا لحاظ

دامن جھٹک کے چھڑایا ہزار بار
تم کو ہوا نہ خاک مری بات کا لحاظ

دیکھو ادھر اُٹھاؤ نظر ہو چکی حیا
کیا جانتا نہیں کوئی اس بات کا لحاظ

اقرار ہی ہے وصل پر انکار بھی اچھا
اس بات کا لحاظ نہ اُس بات کا لحاظ

اے داغ میکدے میں گئے ہیں جناب شیخ
ٹوٹا ہے آج قبلۂ حاجات کا لحاظ

کسطرح سے ہو بسر یارب دیار عشق میں
ہر بلا پر ہے بلا آفت پر آفت الحفیظ

جل گئے ہم جل گئے اے داغ فرقت الاماں
اُف رے اُف لے آتش سوز محبت الحفیظ

ردیف عین مہملہ

اس شوق کی نہیں بت کافر کو اطلاع
افسوس ہے کہ دل کی نہ ہو دل کو اطلاع

سارے جہاں کو گردش مجنوں کی ہو خبر
لیکن نہ ہو تو صاحب محمل کو اطلاع

مرتا ہے کون عشق میں کس نے کیا ہے وار
قاتل کو اطلاع ہے نہ بسمل کو اطلاع

راتوں کو چھپ کے جب وہ گئے ہیں عدو کے گھر
اے داغؔ ہو گئی ہے مرے دل کو اطلاع

ہیں بہت سے عاشق دلگیر جمع — تیر سے ترکش میں ہیں کتنے تیر جمع
اچھی صورت سے ہمیں بھی عشق ہے — کرتے ہیں تصویر پر تصویر جمع
کسطرح یکجا ہوں داغؔ اپنے عزیز
ہونے دیتی ہی نہیں تقدیر جمع

ردیف غین معجمہ

مانند گل ہیں میرے جگر میں چراغ داغ — پروانے دیکھتے ہیں تماشائے باغ داغ
مرگ عدو سے آپکے دلمیں چھپا نہ ہو — میرے جگر میں اب نہیں ملتا سراغ داغ
دلمیں قمر کے جب سے ملی ہے اُسے جگہ — اُس دن سے ہو گیا ہے فلک پر دماغ داغ
تاریکی لحد سے نہیں دل جلے کو خوف — روشن رہے گا تا بقیامت چراغ داغ
مولا نے اپنے فضل و کرم سے بچا لیا
رہتا وگرنہ ایک زمانے کو داغ داغ

کیا کہوں اے ہمنشیں اس بزم رنگیں کی بہار
زیب محفل تھا وہ گلرو اہل محفل باغ باغ
دیکھکر آئینہ دونوں ہو گئے برہم یہ کیا
تم ادھر خوش ہو اُدھر مدّمقابل باغ باغ

اُسکی خوشبو جب کسی گل میں نہ پائی آپ نے
پھر جناب داغ کیا پھرنے سے حاصل باغ باغ

ردیف فا

کشتی نہ ہو تباہ کسی نامراد کی — چلتی ہے آج صبح سے بادِ سحر خلاف
بے مہر تیرے جور سب اُسنے بھلا دیئے — کس درجہ بر خلاف ہے دل کسقدر خلاف
افسوس کچھ نباہ کی صورت نہیں رہی — قسمت اِدھر خلاف طبیعت اُدھر خلاف
اے داغ زندگی کی توقع ہو کس طرح
قسمت خراب سخت مرض چارہ گر خلاف

کیوں نہیں تم مجھسے مرے جان صاف — چاہیئے انسان سے انسان صاف
خانۂ دل کی صفائی ہو گئی — پھر نہیں مجھسے مرا مہمان صاف
اُسکے ہاتھوں خاک میں ملجائینگے — دل کدورت سے نہیں اک آن صاف
مشغلہ ہے یہ جناب داغ کا
ہو رہا ہے آجکل دیوان صاف

دیکھا نہ ہم نے رشک سے اغیار کیطرف — منہ پھیر بیٹھے بزم میں دیوار کیطرف
وہ دیکھتے ہیں بزم میں اغیار کیطرف — میں دیکھتا ہوں چرخ ستمگار کیطرف
بیٹھے بٹھائے آئے جو شامت تو کیا علاج — دل نے کہا کہ آؤ چلیں یار کیطرف
شوخی سے دیکھنا نہیں آتا ابھی تمہیں — غرفے سے جھانک لیتے ہیں بازار کیطرف

بیکس رہیں گے حشر میں کب مجرمانِ عشق
رحمت کھینچیگی ہم ہیں گنہگار کیطرف

تصویر کو بھی اُسکی بہانتک غرور ہے
دیکھے کبھی نہ طالبِ دیدار کیطرف

تقصیر ہے فروش کی لے محتسب نہیں
یہ چیز اُڑ کے جاتی ہے میخوار کیطرف

آتا نہیں قریب کوئی دور دور سے
اُٹھتی ہیں اُنگلیاں ترے بیمار کیطرف

چلتے نہیں وہ شرم سے نیچی نظر کئے
آنکھیں لگی ہیں شوخئی رفتار کیطرف

دی جان کس خوشی سے تہِ تیغ داغ نے
لب پر تبسم اور نظر یار کی طرف

کدورت کا باعث تو کوئی کھلے
بیاں کیجئے مہرباں صاف صاف

رہی زیرِ عارض کہاں شب کو پھول
نظر آتے ہیں سب نشاں صاف صاف

پسند آئے ہم کو بھی اشعارِ داغ
زباں پاک و شستہ بیاں صاف صاف

کافر وہ زلفِ پُر شکن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
پھر اُسپہ چشم سحر فن ایک اِس طرف ایک اُس طرف

زُلفوں کی یہ سرگوشیاں سرپر بلائیں لائیں گی
غماز بھی گرمِ سخن ایک اِس طرف ایک اُس طرف

دل ایک تنہا بیچ میں آنکھیں تری سفاک دو
شمشیر زن ناوک فگن ایک اِس طرف ایک اُسطرف

اِترا رہا ہے داغ کیا ہنگام گلگشتِ چمن
رنگیں قبا گل پیرہن ایک اِس طرف ایک اُس طرف

ردیف قاف

غم اُٹھانے کے ہیں ہزار طریق
کہ زمانے کے ہیں ہزار طریق

غیر کے ذکر پر نہیں موقوف
جی جلانے کے ہیں ہزار طریق

نہیں خالی تسلّیاں اُن کی
آزمانے کے ہیں ہزار طریق

مہربانی کی ایک راہ تو ہو
گر ستانے کے ہیں ہزار طریق

خواب میں تم کو کس نے روکا ہے
آنے جانے کے ہیں ہزار طریق

اُن کو سو سو بہانے آتے ہیں
ہر بہانے کے ہیں ہزار طریق

ابھی کمسن ہو تم نہیں واقف
دل دکھانے کے ہیں ہزار طریق

داغ اب فاقہ مست بن بیٹھے
مانگ کھانے کے ہیں ہزار طریق

مٹ گئے افسوس سارے ذوق شوق
ہائے وہ ہم وہ ہمارے ذوق شوق

ہر گلی کوچہ میں اب ہے تاک جھانک
بھرتے ہیں اُنکو اُبھارے ذوق شوق

داغ صاحب بھی ہوئے عاشق مزاج
ہو گیا اُن کو بھی تاری ذوق شوق

ردیف کاف تازی

دعا مانگے دل غمگیں کہاں تک
کہوں میں دمبدم آمیں کہاں تک

تڑپنے دو ابھی میں بھی تو دیکھوں
وہ دیتے ہیں مجھے تسکیں کہاں تک

مجھے چھوڑیں خدا پر دوست میرے
یہ ہنگامہ سر بالیں کہاں تک

رہیگا مصطفےٰ آباد میں داغ
غریب و عاجز و مسکیں کہاں تک

جا سکے جو نہ آپ کے در تک
جائے وہ داد خواہ محشر تک

نور ہے او خرام ناز ترا
یہی فتنہ بہت ہے محشر تک

کوئی مٹتا ہے داغ دل لے داغ
یہ جلے گا چراغ محشر تک

ساقیا ابر ہے تو دے جام شتاب ایک پر ایک
آج محفل میں گرے مست شراب ایک پر ایک

جوش پر ہے جو ترا حسن تو اے پردہ نشیں
زور کرتا ہے غضب بند نقاب ایک پر ایک

توڑ اسطرح سے لے نالۂ دل ساتوں فلک
کہ گریں ٹوٹ کے یہ خانہ خراب ایک پر ایک

دل کو سودا غ نہ دو جان کو سو رنج نہ دو
منصفی شرط ہے لازم ہے عذاب ایک پر ایک

جور پر جور غضب پر ہے غضب ظلم پہ ظلم
بل ہے قہر ایک پہ ایک اُن پہ ہے عتاب ایک پر ایک

جب کبھی داغ کیا ہم نے سوال بوسہ
سیکڑوں اس نے دیئے سخت جواب ایک پر ایک

کتابِ عشق کے اُلٹے ورق اوّل سے آخر تک
مگر سمجھے نہ ہم اسکا سبق اوّل سے آخر تک

بُری ہے ابتدا بھی انتہا بھی تیری اُلفت کی
کہ اسمیں ہیں غم و رنج و قلق اول سے آخر تک

بشر کو گر نہ ملتی کسی کو ملتی عشق کی دولت
نہیں تھا کوئی اِسکا مستحق اول سے آخر تک

لکھوں اسکو جواب لے داغ کیا میں سخت حیران ہوں
لکھے ہیں خط میں مضمونِ اُدق اول سے آخر تک

ردیف کاف فارسی

کیوں نہ جہاں میں ہو عیاں عیب و ہُنر الگ الگ
دیکھتے ہیں بچشمِ غور اہل نظر الگ الگ

اُس کی تلاش میں مگر ایک کا ایک ہے رقیب
پھرتے ہیں روز و شب جو یوں شمس و قمر الگ الگ

راہ میں اُن کو وہم تھا کوئی نہ بدگمان ہو
آئے تو ساتھ ساتھ وہ مجھ سے مگر الگ الگ

تیغ نگاہِ یار کو دیتے ہیں ہر گھڑی دعا
پارۂ دل جُدا جُدا لختِ جگر الگ الگ

روح فزا کسی کو ہے روح گزا کسی کو ہے
بادۂ عشق نے کیا اپنا اثر الگ الگ

صبحِ شبِ وصال میں پاؤں پہ اُن کے گر پڑا
کہنے لگے وہ ناز سے وقتِ سحر الگ الگ

میں ہوں اِدھر تو وہ اُدھر میں ہوں یہاں تو وہ وہاں
رہتے ہیں مجھ سے دور دور آٹھ پہر الگ الگ

رنجِ فراقِ یار بھی صدمۂ روزگار بھی
ایک دل اور اتنے غم چاہیئے گھر الگ الگ

حشر کو اُسنے چن لئے داغ گناہگارِ عشق
تاڑ گئی ہزار میں اُسکی نظر الگ الگ

ردیف لام

مجھ سا نہ دے زمانے کو پروردگار دل
آشفتہ دل فریفتہ دل بیقرار دل

ہر بار مانگتی ہے نیا چشمِ یار دل
اک دل کے کس طرح سے بناؤں ہزار دل

پوچھا جو اُس نے طالبِ روزِ جزا ہے کون
نکلا مری زبان سے بے اختیار دل

کرتے ہو عہدِ وصل تو اتنا رہے خیال
پیمان سے زیادہ ہے ناپائدار دل

تاثیرِ عشق یہ ہے ترے عہدِ حسن میں
مٹی کا بھی بنائیں تو ہو بیقرار دل

اسکی تلاش ہے کہ نظر آئے آرزو
ظالم نے روز چاک کئے ہیں ہزار دل

عالم ہوا تمام رہا اسکو شوقِ جور
برسا دے آسمان سے پروردگار دل

پہلے پہل کی چاہ کا کیجئے نہ امتحاں
آتا تو سیکھ لے ابھی دو چار بار دل

نکلے مری بغل سے وہ ایسی تڑپ کے ساتھ ۔۔۔ یاد آگیا مجھے وہیں بے اختیار دل
عاشق ہوئے ہو جب سے عدو پر یہ حال ہے ۔۔۔ رکھ رکھ کے ہاتھ دیکھتے ہیں بار بار دل
اُسنے کہا ہے صبر پڑے بیقرار رقیب کا ۔۔۔ لے اور بیقرار ہو اے بیقرار دل
مشہور ہیں سکندر و جم کی نشانیاں
اے داغ چھوڑ جائینگے ہم یادگار دل

وصل کی ٹھہرے جو آمادہ نہیں آج سے کل ۔۔۔ وہ بھی نزدیک ہے کچھ دور نہیں آج سے کل
ایکدن اور بھی مہمان کی خاطر کر لو ۔۔۔ کاش رخصت ہو مری جان حزیں آج سے کل
صبر کرلے دل مضطر وہ نہیں ملنے کے ۔۔۔ کل سے آج آنکی ہوئی ہوگی یونہی آج سے کل
خوبرویوں کو نہیں کچھ غمِ فردا اے داغ
ہونگے مغرور زیادہ وہ حسیں آج سے کل

ہوا زمانۂ پیری عذاب میں داخل ۔۔۔ جوان تھے تو جوانی بھی خواب میں داخل
کسی نے دست تسلی سے ایسی چٹکی لی ۔۔۔ سکون دل بھی ہوا اضطراب میں داخل
دکھا کے منہ جو چھپاتے ہو کوئی چھپتا ہے ۔۔۔ نگاہِ شوق رہے گی نقاب میں داخل
کسے مجال جو دیکھے وہ حسن عالم سوز ۔۔۔ وہاں ہے برق تجلی حجاب میں داخل
یہاں ادا سے خموشی کو ہم جفا سمجھے ۔۔۔ وہاں جواب نہ دینا جواب میں داخل
دوبارہ ہمکو کبھی بھول کر نہ لکھنا خط ۔۔۔ یہ شرط ہے مرے خط کے جواب میں داخل
گئے تھے داغ تلاش صنم میں کعبے کو
خدا نے مفت کیا ہے ثواب میں داخل

وہ کب لطف کرتے ہیں جب آزما لے
کرم آخر آخر عتاب اول اول

خدا شرم رکھے تری انتہا تک
کہ خو ڈالی ہے منھ پر نقاب اول اول

انھیں سے پھر آخر کو کھل کھیلتے ہیں
وہ کرتے ہیں جن سے حجاب اول اول

وہ پیغامبر کی مدارات پیہم
وہ رسم سوال و جواب اول اول

وہ جلسے وہ احباب رندانہ تیرے
وہ معشوق و شربت و شراب اول اول

وہ سیر چمن وہ تماشائے دریا
وہ لطف شب ماہتاب اول اول

وہ گلیوں میں راتوں کو چھپ چھپ کے جانا
وہ یاروں سے کچھ کچھ حجاب اول اول

وہ ہر بات کا شوق بے سمجھے بوجھے
وہ ہر کام کرنا شتاب اول اول

وہ پہلے پہل دل لگانا کسی سے
وہ کچھ شوق کا اضطراب اول اول

ہوئی داغ اب اُنکی تعبیر الٹی
نظر آئے جو ہمکو خواب اول اول

کیوں کہکے دل کا حال کریں ہائے ہائے دل
اچھی کہی کہ ہم سے کہو ماجرائے دل

افسوس میں نے روز ازل یہ نہ کہہ دیا
دے مجھکو سب جہان کی نعمت سوائے دل

گھبرا کے بزم ناز سے آخر وہ اٹھ گئے
سن سن کے ہائے ہائے جگر ہائے ہائے دل

بہر عیادت آج وہ آ کر یہ کہہ گئے
ہو زندگی عزیز تجھے کیوں لگائے دل

رہتا ہے دم خفا مرے سینے میں گھٹ کے
روٹھے ہوئے کو ہائے کہاں تک منائے دل

شکوہ کیا کہ شکر کیا تیرا بار بار
تھم تھم کے تم نے ترحم کچھ آئی صدائے دل

مجھ پر ستم و ظلم بتاں سہہ گئے بہت
رستم تری ہی ہے جیسے اٹھائی جفائے دل

کہتے نہ تھے وہ سُن کے بُرا مان جائینگے
اے داغ اُن سے اور کہو ماجرائے دل

ردیف میم

چھلک گئے آج اک ساغر سے ہم — ہاتھ دھو بیٹھے مئے کوثر سے ہم
بتکدے میں جا کے اُس بُت کا پتہ — پوچھتے پھرتے ہیں ہر پتھر سے ہم
کیا کہیں کس سے کہیں کس کے لئے — پھرتے ہیں چاروں طرف مضطر سے ہم
حضرت واعظ نے جو چاہا کہا — پر نہ بولے کچھ خدا کے ڈر سے ہم
دل جو اپنا ہم نے مانگا تو کہا — کیا چُرا لائے تمہارے گھر سے ہم

وہ ستمگر روبرو ہوگا تو داغ
کیا کہیں گے داورِ محشر سے ہم

ستم رسیدوں میں لکھے گئے ہیں روزِ ازل — تمہارے چاہنے والے تمام نام بنام
بچائے جان خدا اہلِ مہر و الفت کی — وہ کوستے ہیں انھیں صبح و شام نام بنام

گئے ہیں داغ وہاں چھپکے دیکھئے کیا ہو
گنے گئے ہیں جہاں خاص و عام نام بنام

ڈرتے ہیں چشم و زلف و نگاہ و ادا سے ہم — ہر دم پناہ مانگتے ہیں ہر بلا سے ہم
معشوق جائے حور ملے مے بجائے آب — محشر میں دو سوال کرینگے خدا سے ہم
گر تو کسی بہانے سے آجائے وقتِ نزع — ظالم کریں ہزار بہانے قضا سے ہم

گو حال دل چھپاتے ہیں پر اسکو کیا کریں
آتے ہیں خود بخود نظر اک مبتلا سے ہم

دیکھیں تو پہلے کون مٹے اسکی راہ میں
بیٹھے ہیں شرط باندھ کے ہر نقش پا سے ہم

مجبور اپنے شیوۂ شرم و حیا سے تم
ناچار اضطراب دلِ مبتلا سے ہم

یہ آرزو ہے آنکھ میں سرمہ لگائیں گے
اے داغ خاکپائے رسول خدا سے ہم

شب وصال نہ بیٹھے بنو حیا کے تم
جفا کے تم سے گلے ہم کریں وفا کے تم

کوئی خوشی تو ہوئی ہے کہ ہنستے آتے ہو
گئے تھے کیا کسی مردے پہ آشنا کے تم

مزا ہو حشر میں دونوں ہوں ایکبار طلب
ہمارے ساتھ چلو سامنے خدا کے تم

کسی طرح نہیں ٹلتے بغیر دل کے لئے
یہ ڈھنگ سیکھ گئے کس کی التجا کے تم

مجھے جو ناز ہوا اپنی بے گناہی پر
کہا انھوں نے سزاوار ہو سزا کے تم

کہیں نہ حضرت دل ہم سے تم دغا کرنا
ہمارے دوست پرانے ہو ابتدا کے تم

تمہارے شعر میں گرمی ہے کس قیامت کی
جلے ہوئے ہو مگر داغ انتہا کے تم

رشک سے غیروں کے جی کھوتے ہیں ہم
کیا بزدلوں کی جان کو روتے ہیں ہم

بیخودانہ اپنی ہشیاری رہی
جاگتے ہیں کچھ تو کچھ سوتے ہیں ہم

دیکھ لیں گے فتنۂ محشر کو بھی
اب تو چادر تان کر سوتے ہیں ہم

داغ ہے کس کو میسر دردِ عشق
رنج ہوتا ہے تو خوش ہوتے ہیں ہم

محشر میں بھی کسی کے اٹھائینگے ناز ہم
ایسے نیاز مند ہیں لے بے نیاز ہم

کیا کیا بہانے موت سے کرتے ہیں رات دن
تجھ سے زیادہ ہجر میں ہیں حیلہ ساز ہم

دل سے موافقت ہے نہ دلبر سے اتفاق
بے لاگ ہیں کسی سے نہیں رکھتے ساز ہم

دل کی بُری بھلی کو سمجھ لے پیامبر
کیا دخل دیں کہ اسکے نہیں ہیں مجاز ہم

واعظ بھی نہ کہہ دے کہ پیدا ہی کیوں ہوئے
دنیا میں آئیں اور رہیں پاکباز ہم

اس میں بھی کوئی بھید ہے ہم جانتے نہیں
کہتے ہیں ایک ایک سے کیوں دل کے راز ہم

وہ دن گئے کہ داغ تھی ہر دم بتوں کی یاد
پڑھتے ہیں پانچ وقت کی اب تو نماز ہم

ابھی ہماری محبت کسی کو کیا معلوم
کسی کے دل کی حقیقت کسی کو کیا معلوم

بظاہر اُن کو حیادار لوگ سمجھے ہیں
حیا میں جو ہے شرارت کسی کو کیا معلوم

کیا کریں وہ سنانے کو پیار کی باتیں
اُنھیں ہے مجھ سے عداوت کسی کو کیا معلوم

جنابِ داغ کے مشرب کو ہم سے تو پوچھو
چھپے ہوئے ہیں یہ حضرت کسی کو کیا معلوم

ردیف نون

بیکسی حد شبِ ہجراں کی مجھے تاب نہیں
کاش دشمن ہی چلے آئیں جو احباب نہیں

قبر میں بھی نہ مجھے حد شبِ غم ولے نصیب
ہم جہاں دفن ہیں واں سبزۂ سیراب نہیں

بخت بیدار نہ یہ دیدۂ دربانِ یار ہے
چشمِ مشتاق کی اللہ رے بیدار کیوں خواب نہیں

تجکو اے بخت سیہ آگ لگا کر دیکھوں
شب ہجراں میں اگر جلوۂ مہتاب نہیں

جام کوثر اُسی میکش کو ملیگا زاہد
بول اُٹھا جو کوئی ہمکو مئے ناب نہیں

آنکھ لگتی ہے تو کہتے ہیں کہ نیند آتی ہے
آنکھ اپنی جو لگی چین نہیں خواب نہیں

جستجو چاہئے گو خون جگر ہی مل جائے
رزق انسان کا کمیاب ہے نایاب نہیں

پوچھتے کیا ہو کہ دیکھا شب وعدہ کیا کیا
تم سے تعبیر بن آئے وہ مرا خواب نہیں

طعنے دینے کو محبت میں بُرا کہنے کو
کونسے روز یہاں مجمع احباب نہیں

حال دل جس سے کہا اُس نے کہا بس خاموش
داغ اِس درد کے سُننے کی ہمیں تاب نہیں

کیا کیا فریب دل کو دیئے اضطراب میں
اُنکی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں

شوخی نے تمکو ڈال دیا اضطراب میں
کچھ تمکنت کا لطف نہ دیکھا شباب میں

کچھ شان مغفرت سے نہیں دور زاہدو
ڈوبیں گناہ بادہ کشوں کے شراب میں

پیر مغاں کی دلشکنی کا رہا خیال
داخل ہوا ہوں توبہ سے پہلے ثواب میں

گر وہ نہ آئیں گے تو اجل آئیگی ضرور
تسکیں ملی ہوئی ہے مرے اضطراب میں

جی چاہتا ہے چھیڑ کے ہوں اُس سے ہمکلام
کچھ تو لگے گی دیر سوال و جواب میں

اے داغ کوئی مجھ سا نہ ہوگا گناہگار
ہے معصیت سے میرے جہنم عذاب میں

آپ جنکو ہدف تیر نظر کرتے ہیں
رات دن ہائے جگر ہائے جگر کرتے ہیں

اور کیا داغ کے اشعار اثر کرتے ہیں
گُدگُدی دل میں حسینوں کے مگر کرتے ہیں

ایک اندازِ ستم اُس پہ نشیلی آنکھیں | ہوش اُڑ جاتے ہیں جدھر کو وہ نظر کرتے ہیں

حضرتِ داغ کو دلّی کی ہوا خوب لگی
رات دن عیش ہے جلسوں میں بسر کرتے ہیں

ہم تصور میں بھی جو بات ذرا کہتے ہیں | سب میں اُڑ جاتی ہے ظالم اسے کیا کہتے ہیں
کچھ تمہارے لبِ اعجاز نما کہتے ہیں | پر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا کہتے ہیں
سب مجھے شیفتۂ ناز و ادا کہتے ہیں | تم تو کہتے ہی نہیں کچھ پہ اسے کیا کہتے ہیں
اُسکے ہاتھوں سے یہی ذلت و خواری ہوگی | غیر اپنی تو خبر لیں مجھے کیا کہتے ہیں
میں گنہگار اگر عشق مجازی ہے گناہ | میں خطا وار اگر اسکو خطا کہتے ہیں
دعویٰ مہر و وفا اُن کی زباں پر آیا | اور سنئے کہ وہ میرا ہی کہا کہتے ہیں
وقت ملنے کا جو پوچھا تو کہا کہہ دینگے | غیر کا حال جو پوچھا تو کہا کہتے ہیں

پہلے تو داغ کی تعریف ہوا کرتی تھی
اب خدا جانے وہ کیوں اُسکو بُرا کہتے ہیں

مژگاں نے تیری چاک کئے عاشقوں کے دل | دستِ مژہ بھی پنجۂ وحشت سے کم نہیں
وہ لذتِ وصال سے لیتے ہیں جان و دل | یہ مہربانیاں بھی عداوت سے کم نہیں
کیا ماجرا کہوں دلِ اُمیدوار کا | اک آرزو ہزار مصیبت سے کم نہیں
یہ ناز یہ نگاہ یہ چھل بل یہ شوخیاں | تم اس سے بھی سوا ہو قیامت سے کم نہیں
ہے شام ہی سے وصل میں تم کو تلاشِ صبح | یہ انتظار بھی مری حسرت سے کم نہیں
تو نے دیا فروغ تو ہے داغ آفتاب | ذرہ بھی ورنہ اسکی حقیقت سے کم نہیں

مجال کسکی ہے اے ستمگر سنائے تجکو جو چار باتیں
بھلا کیا اعتبار تو نے ہزار منہ ہیں ہزار باتیں

نگاہیں دشنام دے رہی ہیں ادائیں پیغام دے رہی ہیں
کبھی نہ بھولیں گے حشر تک ہم رہیں گی یہ یادگار باتیں

بہل ہی جائیگا دل ہمارا کہ ہجر کی شب کو رحم کھا کر
تمہاری تصویر بول اٹھیگی کریگی بے اختیار باتیں

ہمارے سر کی قسم نہ کھاؤ قسم ہے ہمکو یقیں نہ ہوگا
تمہارے ناپائدار وعدے تمہاری بے اعتبار باتیں

مزا تو اسوقت جھوٹ سچ کا کھلے کہ ہے کون راستی پر
خدا کے آگے مرے تمہارے اگر ہوں روز شمار باتیں

تمہاری تحریر میں ہے پہلو تمہاری تقریر میں ہے جادو
پھنسے نہ کسطرح دل ہمارا جہاں ہوں یہ پیچدار باتیں

بری بلا ہے یہ داغ پرفن تم اسکو ہرگز نہ منہ لگانا
وگرنہ ڈھب پر لگا ہی لیگا سنیں اگر اسکی چار باتیں

بتانِ ماہ وش اجڑی ہوئی محفل میں رہتے ہیں
کہ جسکی جان جاتی ہے اسی کے دل میں رہتے ہیں

محبت میں مزا ہے چھیڑ کا لیکن مزے کی ہو
ہزاروں لطف ہر اک شکوۂ باطل میں رہتے ہیں

ہزاروں حسرتیں وہ ہیں کہ روکے سے نہیں رکتیں
بہت ارمان ایسے ہیں کہ دل کے دل میں رہتے ہیں

خدا رکھے محبت نے کئے آباد دونوں گھر
میں انکے دل میں رہتا ہوں وہ میرے دل میں رہتے ہیں

بتوں کو محرمِ اسرار تو نے کیوں کیا یا رب
کہ یہ کافر ہر اک خلوت سرائے دل میں آ بیٹھتے ہیں

تن آسانی کہاں تقدیر میں ہے ہم دل گرفتوں کے
خدا پر خوب روشن ہے کہ جس مشکل میں آ بیٹھتے ہیں

کوئی نام و نشاں پوچھے تو اے قاصد بتا دینا
تخلص داغؔ ہے وہ عاشقوں کے دل میں آ بیٹھتے ہیں

یہ کیا کہا کہ داغ کو پہچانتے نہیں
وہ ایک ہی تو شخص ہے تم جانتے نہیں

وعدہ ابھی کیا تھا ابھی کھائی تھی قسم
کہتے ہو پھر کہ ہم تجھے پہچانتے نہیں

کیا داغؔ نے کہا تھا جو ایسے بگڑ گئے
عاشق کی بات کا تو بُرا مانتے نہیں

پردے پردے میں عتاب اچھے نہیں
ایسے اندازِ حجاب اچھے نہیں

میکدہ میں ہو گئے چپ چاپ کیوں
آج کچھ مست شراب اچھے نہیں

جب سوالِ وصل پر کرتا ہوں ضد
ڈر کے دیتے ہیں جواب اچھے نہیں

اے فلک کیا ہے زمانے کی بساط
دمبدم کے انقلاب اچھے نہیں

صورت اچھی ہے تو سیرت ہے بُری
ایسے معشوق انتخاب اچھے نہیں

تو کبھی اُسکی زلفِ پیچاں ہو گیا
اے دل ایسے پیچ و تاب اچھے نہیں

اور سنئے مجکو سمجھاتے ہیں وہ
ڈھنگ یہ خانہ خراب اچھے نہیں

کوئی بزمِ وعظ سے کہتا گیا
ایسے جا سے بے شراب اچھے نہیں

اک نجومی داغؔ سے کہتا تھا آج
آپکے دن اے جناب اچھے نہیں

کیا کہوں تجھکو جو بے مہر و فسونگر نہ کہوں — جسکو دنیا کہے اُس بات کو کیونکر نہ کہوں
مہربانی سے کسی شخص نے پوچھا ہے مزاج — سخت مشکل ہے کہ حالِ دلِ مضطر نہ کہوں
بات کہنے کا مزہ کیا جو غلط تم سمجھو — گر یقیں ہو تو کہوں گر نہ ہو باور نہ کہوں
دل کی تاکید ہے ہر حال میں ہو پاسِ وفا — کیا ستم ہے کہ ستمگر کو ستمگر نہ کہوں
غیر کا حال چھپائے سے کہیں چھپتا ہے — گو کسی وجہ سے میں آپکے مُنھ پر نہ کہوں

ابکی کچھ مُنھ سے نکالا تو تمھیں جانوگے
داغ پھر مجھکو نہ کہنا کہ برابر نہ کہوں

عذر آنے میں بھی ہے اور بُلاتے بھی نہیں — باعثِ ترکِ ملاقات بتاتے بھی نہیں
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں — صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

زیست سے تنگ ہو اے داغ تو کیوں جیتے ہو
جان پیاری بھی نہیں جان سے جاتے بھی نہیں

یہ بھی تم جانتے ہو چند ملاقاتوں میں — آزمایا ہے تمھیں ہم نے کئی باتوں میں
تمھیں انصاف سے اے حضرتِ ناصح کہدو — لطف اِن باتوں میں آتا ہے کہ اُن باتوں میں
ایسی تقریر سُنی تھی نہ کبھی شوخ و شریر — تیری آنکھوں کے بھی فتنے ہیں تری باتوں میں
ہمسے انکار ہوا غیر سے اقرار ہوا — فیصلہ خوب کیا آپنے دو باتوں میں

وہ گئے دن جو رہے یاد بتوں کی اے داغ
رات بھر اب تو گذرتی ہے مناجاتوں میں

الٰہی کیا کریں ضبطِ محبت ہم تو مرتے ہیں — کہ نالے تیر بن بنکر کلیجے میں اُترتے ہیں

جفا پر جان دیتے ہیں ستم پر تیرے مرتے ہیں — یہ ناکام محبت سچ تو یہ ہے کام کرتے ہیں
تسلی و دلدہی دلجوئی اک حیلہ بہانہ ہے — مرا دل دیکھتے ہیں وہ جو دل پر ہاتھ دھرتے ہیں
خدا ہے کوئی پوچھے حشر میں ہم سے ترے آگے — کہ واں تم کس پہ مرتے تھے کہیں ہم آپ پہ مرتے ہیں
کبھی یہ دل تماشا گاہ تھا عیش و مسرت کا — اب اس میں حسرت و شوق و تمنا سیر کرتے ہیں
کبھی چھلکتا ہوں شیشے پر کبھی گرتا ہوں ساغر پر — مری بیہوشیوں سے ہوش ساقی کے بکھرتے ہیں
کوئی کہدے کہ تم نے دل لیا پھر دیکھئے کیا کیا — اُچٹتے ہیں اُکھڑتے ہیں پلٹتے ہیں مکرتے ہیں
ادا بیساختہ اُن گیسوؤں کی کچھ نرالی ہے — بنائے سے بگڑتے ہیں سنوارے سے بکھرتے ہیں

نہ پوچھو داغ ہم سے انتظارِ یار کی صورت
یہ آنکھیں جانتی ہیں خوب جو نقشے گذرتے ہیں

کیا ملے گا کوئی حسیں نہ کہیں — جی بہل جائے گا کہیں نہ کہیں
آپ کی گفتگو کا کیا کہنا — چار باتیں بھی دلنشیں نہ کہیں

داغ پھر تاک جھانک کرتے ہیں
اب گرے اب پھنسے کہیں نہ کہیں

ہے کسی کا تو انتظار تجھے — آنکھ ملتی ہے تیری نرگس میں
دل کا ویرانہ ہو گیا لیکن — اب بھی ہے تیری آرزو اس میں
ہم ستم سے بھی خوش ہیں اے ظالم — وہ ستم کوئی لطف ہو جس میں
تم پہ عاشق نہ ہوں تو کس پر ہوں — تم میں جو بات ہے وہ ہے کس میں
مجکو دشمن سے کیا گلہ اے داغ — اُنس پاتا نہیں ہوں مونس میں

جب کہا اور بھی دنیا میں حسیں اچھے ہیں — کیا ہی جھنجھلا کے وہ بولے کہ ہمیں اچھے ہیں
نہ ملا خاک میں تو ورنہ پشیماں ہوگا — ظلم سہنے کو ہم اے چرخ بریں اچھے ہیں
بُت وہ کافر ہیں کہ لے داغ خدا اُن سے بچائے
کون کہتا ہے یہ غارت گرِ دیں اچھے ہیں

بھر دیں عجب ادائیں اس شوخ سیم تن میں — اک ٹیڑھ سادگی میں اک سیدھ بانکپن میں
مطلب کی چھیڑ اُن سے پنہاں سخن سخن میں — سچ یہ کہ داغ پُرفن یکتا ہے اپنے فن میں
ہے چارہ ساز گلچیں گلہائے داغ دل کا — شامت بہار کی ہے آئے جو اس چمن میں
لے داغ ہم نہایت سمجھے اُسے غنیمت
جو دم خوشی سے گذرا یارانِ ہم وطن میں

شمع رو آپ گو ہوئے لیکن — لطف سوز و گداز کیا جانیں
جو رہِ عشق میں قدم رکھیں — وہ نشیب و فراز کیا جانیں
جو گذرتے ہیں داغ پر صدمے
آپ بندہ نواز کیا جانیں

مانا کہ لطف عشق میں ہے ہم مگر کہاں — کیا سوجھتا نہیں کہ پڑی ہے نظر کہاں
اے آہ دل میں رہ کے جو پردہ رہے ترا — جاتی ہے دوڑ دوڑ کے تو بے اثر کہاں
اُلفت جتائیے تو غلط جھوٹ نادرست — دل مانگیے تو کہتے ہیں کیسا کدھر کہاں
تھم تھم کے وار کر کہ مزا درد مٹ نہ جائے — جب میں نہیں تو لذت زخم جگر کہاں
بھولا ہوں راہِ فرطِ محبت میں دیکھیے — ہوتی ہے آج شام غریبی سحر کہاں

صورت میں اتحاد تو سیرت میں اختلاف — تجھ سا ہو اور تجھ سا نہ ہو وہ بشر کہاں

میخانے کے قریب تھی مسجد بھلے کو داغ
ہر ایک پوچھتا ہے کہ حضرت ادھر کہاں

نالے کرنے دل ناکام بُرے ہوتے ہیں — کہ بُرے کاموں کے انجام بُرے ہوتے ہیں
ہو تسلی تو گزاروں شب ہجراں ساری — طور میرے تو سر شام بُرے ہوتے ہیں
چھیڑ معشوق سے کیجے تو ذرا تھم تھم کر — روز کے نامہ و پیغام بُرے ہوتے ہیں

درہم داغ نہ ہو داغ کو کس طرح عزیز
چارہ گر مفت کے کیا دام بُرے ہوتے ہیں

ہم تری بزم سے لے یار چلے جاتے ہیں — لے چلے جاتے ہیں نا چار چلے جاتے ہیں
اُس کا کوچہ ہے کہ ہے عرصۂ محشر یا رب — سیکڑوں طالب دیدار چلے جاتے ہیں
حضرت دل کی قضا آئی ہے اس کوچہ میں — کہ یہ دوڑے ہوئے ہر بار چلے جاتے ہیں
اسطرح جاتے ہیں اُس بزم میں ڈر کے مارے — کہ ہمدمے جیسے گنہگار چلے جاتے ہیں
بل بے ضد آپکی اللہ ری ہٹ اُف رے مزاج — آج تک وصل کے انکار چلے جاتے ہیں
گرچہ سو سو ہیں تغافل کہ نجانے کوئی — اُن نگاہوں سے مگر وار چلے جاتے ہیں
ہم نہیں جانتے کچھ دیر و حرم کا رستہ — ہم مئے عشق میں سرشار چلے جاتے ہیں

داغ اس ضعف نے کی اپنی تو منزل کھوٹی
ہم رہے جاتے ہیں سب یار چلے جاتے ہیں

دل میں سما گئیں ہیں قیامت کی شوخیاں — دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

آتی ہے بات بات مجھے یاد بار بار
کہتا ہوں دوڑ دوڑ کے قاصد سے راہ میں

کیسا نظارہ کس کا اشارہ کہاں کی بات
سب کچھ ہے اور کچھ نہیں نیچی نگاہ میں

مشتاق اس صدا کے بہت دردمند تھے
اے داغ تم تو بیٹھ گئے ایک آہ میں

تجھ میں تاثیر ہو گر اے کششِ دل کچھ بھی
تو وہ دوڑے ہوئے دم بھر میں چلے آتے ہیں

سیر بازار بھی ہے اُن کے لئے ایک شکار
دل بندھے زلف معنبر میں چلے آتے ہیں

آپ حسرت ہیں نہ ارماں ہیں نہ ہیں سوز و گداز
کس لئے پھر دلِ مضطر میں چلے آتے ہیں

داغ جا کر نہ پھرے سوئے عدم اپنے رفیق
ہم یہ سمجھے تھے کہ دم بھر میں چلے آتے ہیں

دلِ مہجور کو آزردہ جو پاتا ہوں میں
اپنے روٹھے کو شب و روز مناتا ہوں میں

ایک نظارہ گلشن کی ہوس باقی ہے
رخصت اے کنج قفس پھر ابھی آتا ہوں میں

کتنے ہمدرد ہوا خواہ ہیں یوں تو اے داغ
پر یہ کوئی نہیں کہتا اُسے لاتا ہوں میں

حضرتِ دل آپ ہیں جس دھیان میں
مر گئے لاکھوں اسی ارمان میں

عشق جس کشتی کا ہو تو ناخدا
وہ نہ آئے کس طرح طوفان میں

اُس سے پوچھو تم مری آشفتگی
زلف کہہ دے گی تمہارے کان میں

میرے مرنے کی خبر سُن کر کہا
واقعی کچھ بھی نہیں انسان میں

گر فرشتہ وش ہوا کوئی تو کیا
آدمیت چاہئے انسان میں

دل کی قیمت اک نگہ ہے لے صنم — آ گئے جو آئے تیرے ایمان میں
جس نے دل کھویا اُسی کو کچھ ملا — فائدہ دیکھا اِسی نقصان میں
کس نے ملنے کا کیا وعدہ کہ داغ
آج ہو تم اور ہی سامان میں

زندگی کا نہیں سامان سرِ مو دل میں — مژۂ یار نے کیا پھیر دی جھاڑو دل میں
ایک تیرے ہی نہ رہنے سے رہا کیا کیا کچھ — کوئی حسرت نہ رہی جب نہ رہا تو دل میں
یہی دھڑکا ہے کہ خالی نہ ہے وصل کی شب — دل ہے پہلو میں تو ہے آپ کا پہلو دل میں
اشک پیتا ہوں اگر ضبط محبت کے لئے — ریزے الماس کے بنجاتے ہیں آنسو دل میں
سانپ سا لوٹ رہا ہے شبِ ہجراں کیا کیا — لہریں لیتا ہے خیالِ خمِ گیسو دل میں
ساتھ ہر سانس کے آجاتی ہے پھولوں کی مہک — بس گئی ہے گلِ عارض کی جو خوشبو دل میں
ضعف اس درجہ بڑھا ہے کہ الٰہی توبہ — درد بھی ایسا تو بدلتا نہیں پہلو دل میں
اب کہاں ہوش کہاں صبر کہاں تاب و تواں — کر گئی گھر یہ تری نرگسِ جادو دل میں
تیر کی طرح سے چلتی ہیں نگاہیں دل پر — تیغ کی طرح اتر جاتے ہیں ابرو دل میں
پہلوئے غیر میں بیٹھے وہ نظر آتے ہیں — سوچتا ہوں جو کوئی وصل کا پہلو دل میں
کیا کہوں گذرے ہیں دن رات مجھے سو طرح — جب سمایا ہے کسی کا قدِ دلجو دل میں
روح قالب میں ہے یا غنچے میں نکہت پنہاں — بند شیشے میں پری ہے کہ پری رو دل میں
نوکِ پیکاں جو ادھر ہے لبِ سوفار ادھر — تیر سفاک ہوا خوب ترازو دل میں
اب وہ آتے ہیں نکلنے کے لئے ہو تیار — آرزو بیٹھ رہی چھپ کے کہاں تو دل میں

خلشِ و حسرت و بیتابی و آزار و الم
سب کے سب ایک طرف سب سوا تو دل میں

شیوۂ راستی ایسا ہے دکن میں اے داغ
بل نہیں رکھتے مسلمان سے ہندو دل میں

اُڑائی خاک تیری جستجو میں ہر کہیں برسوں
پھری ہے آسماں بنکر مرے سر پر زمیں برسوں

کسی کوچہ میں جب ہم اچھی صورت دیکھ لیتے ہیں
لگی رہتی ہے اپنے دم قدم سے وہ زمیں برسوں

نہ آنکھوں کا اجارہ ہے نہ دل کا زور ہے اُن پر
وہ خود مختار ہیں ٹھہریں کہیں دم بھر کہیں برسوں

ہوا ہے جان کا خواہاں کوئی اب رہ نہیں سکتی
رہے تیری امانت کے کبھی ہم امیں برسوں

کسی خورشید رو کے پاؤں پر رکھا تھا اکدن
مثالِ ماہ چمکی ساتھ قسمت کے جبیں برسوں

تہِ شمشیرِ قاتل اس خوشی سے جان دی میں نے
لبِ دشمن سے بھی نکلی صدائے آفریں برسوں

نہیں تھا تو بھی تھا وہ بیوفا آغوشِ دشمن میں
کہ میری بدگمانی نے اُسے رکھا وہیں برسوں

یہیں رہنا یہیں سہنا یہیں جینا یہیں مرنا
یہی در ہے یہی سر ہے گذاریں گے یہیں برسوں

کسی نازک بدن کی ایکدن خوشبو جو سونگھی تھی
اسی حسرت میں سونگھا ہم نے عطرِ یاسمیں برسوں

بھرے آنسو مگر کیوں نہ نکلیں دیدۂ تر سے
کہ آنکھوں میں پھری ہے اسکے کوچہ کی زمیں برسوں

تڑپتے جس نے دیکھا اُس دلِ بیتاب کو دم بھر
رہا ہے ہول دل میں مبتلا وہ ہمنشیں برسوں

صفائی اسکو کہتے ہیں اسی پر ناز ہے تم کو
کدورت بیٹھ کر دل سے نکلتی ہی نہیں برسوں

خدا کی شان اب تم داغ کی صورت سے جلتے ہو
وہی دلسوز ہے جو رہ چکا ہے دلنشیں برسوں

میں نے چاہا جو تمہیں اسکا گنہگار تو ہوں
مگر اتنا بھی سمجھ لو کہ وفادار تو ہوں

عمر بھر آپ نے مجکو کبھی اچھا نہ کہا خیر اچھا نہ سہی آپکا بیمار تو ہوں
داغ مرنے نہیں دیتا مجھے رشکِ اغیار
ورنہ مر جاؤں ابھی جان سے بیزار تو ہوں

الٰہی کیوں نہیں اُٹھتی قیامت ماجرا کیا ہے
ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں
نگاہِ شوخ و چشم شوق میں در پردہ چھنتی ہے
کہ وہ چلمن میں ہیں نزدیک ہم چلمن کے بیٹھے ہیں
یہ اُٹھنا بیٹھنا محفل میں اُنکا رنگ لائے گا
قیامت بنکے اُٹھیں گے بھبوکا بنکے بیٹھے ہیں
کسی کی شامت آئیگی کسیکی جان جائے گی
کسی کی تاک میں وہ بام پر بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

مجھے دل کی ایذا سے راحت نہیں بُرائی مصیبت سے فرصت نہیں
یہ دل ہے یہ حسرت یہ ارمان ہے مرے جان حاضر ہیں حجت نہیں
دیا نامہ بر نے یہ آکر جواب اُنھیں بات کرنے کی فرصت نہیں
دیا دل نے مایوس ہو کر جواب
تمہیں داغ اب کوئی حسرت نہیں

تمام رات وہ جاگیں وہ سوئیں سارے دن خبر ہے کیا اُنھیں کیونکر کٹے ہمارے دن
خدا بچائے قیامت کے ہیں تمہارے دن یہ پیاری پیاری جوانی یہ پیارے پیارے دن

تمہاری طرح بھی ہوگا نہ کوئی ہرجائی ۔۔۔ تمام رات کہیں تھے کہیں ہو سارے دن
ہمیشہ تم کو مبارک ہو داغ روز نشاط
پھریں ہمارے بھی جیسے پھرے تمہارے دن

درد دل کا کوئی پہلو جو نکالوں تو کہوں ۔۔۔ اپنے روٹھے ہوئے دلبر کو منالوں تو کہوں
جو مرے دل میں ہے کہتے ہوئے جی ڈرتا ہے ۔۔۔ گدگدا لوں تو کہوں پاؤں دبالوں تو کہوں
میں ہوں بیتاب وہ بدست فسانہ ہے دراز ۔۔۔ دل کو تھاموں تو کہوں انکو سنبھالوں تو کہوں
داغ پابند قفس ہوں نہیں کچھ کر سکتا
دام صیاد سے میں چھوٹ کے جالوں تو کہوں

قیامت کی تجلی ہے تمہارے روئے روشن میں ۔۔۔ مجھے ڈر ہے کہ دیکھو آگ لگ جائے نہ چلمن میں
کسی کے خوف سے جی کھول کر رویا نہیں جاتا ۔۔۔ کہ جو آنسو ٹپکتا ہے چھپا لیتا ہوں دامن میں
مزا جب ہے کہ اس انداز سے ہوں پیار کی باتیں ۔۔۔ ہمارا ہاتھ سینے پر تمہارا ہاتھ گردن میں
غضب ہے داغ یہ دن رات یہ برسات یوں گذرے
کہاں وہ رشک گل جھولا جھلائیں جسکو ساون میں

صاف کب امتحان لیتے ہیں ۔۔۔ وہ تو دم دیکے جان لیتے ہیں
ضد ہر اک بات میں نہیں اچھی ۔۔۔ دوست کی دوست مان لیتے ہیں
داغ بھی ہے عجیب سحر بیاں
بات جس کی وہ مان لیتے ہیں

تمکیں تری شوخی میں تو شوخی ہے حیا میں ۔۔۔ غمزہ ترے انداز میں انداز ادا میں

اللہ انھیں تو نظرِ بد سے بچانا — بن ٹھن کے وہ بیٹھے ہیں مرے اہلِ عزا میں
اِس دام سے چھٹنا کوئی آسان ہے ظالم — تو دل میں ہے دل زلف میں ہے زلف بلا میں
تجھے اُس بتِ مہوش کے بہت چاہنے والے
انگشت نما داغ ہوا ساری صبا میں

کہاں وہ گئے عیش و عشرت کے دن — مصیبت کی راتیں ہیں آفت کے دن
خبردار اے دل خبردار ہو — نہیں اب نہیں تیری غفلت کے دن
وہ راتیں وہ باتیں وہ گھاتیں غضب — جوانی میں تھے کس شرارت کے دن
یہ ہے داغ کی عرض یا مصطفےٰ
نہ محروم ہوں میں شفاعت کے دن

دل نے سیکھا شیوۂ بیگانگی — ایسے نامحرم کو محرم کیا کریں
معرکہ ہے آج حسن و عشق میں — دل لگی وہ کیا کریں ہم کیا کریں
کہتے ہیں اہلِ سفارش مجھ سے داغ
تیری ہے قسمت بُری ہم کیا کریں

میں کہاں اور بزمِ خواب کہاں — لائی لے ہستیِ خراب کہاں
اُنسے کہدی ہے آرزو دل کی — اب مری بات کا جواب کہاں
بات کرنی جسے نہ آتی ہو — بات سننے کی اُسکو تاب کہاں
کعبہ و دیر میں جو داغ نہیں
پھر ہے یہ خانماں خراب کہاں

بیٹھے ہوئے ہیں وہ محفل میں صورتِ تصویر — ہر ایک کو یہ گماں ہے اِدھر کو دیکھتے ہیں
حیا تو دیکھئے آئینہ سے بھی پردہ ہے — وہ اپنے ہاتھ ہی پہلے سحر کو دیکھتے ہیں
خدا کرے سرِ محشر وہ بت ہو بے پردہ — کہ ہم بھی دیکھتے ہیں سب کدھر کو دیکھتے ہیں

کسی سے کچھ نہیں مطلب کہ دیکھنے والے
تمہاری آنکھ تمہاری نظر کو دیکھتے ہیں

زلفیں رخسار پر نہ آئیں کیوں — اُن کے پیچھے پڑیں بلائیں کیوں
مے اگر تیز ہے تو اے ساقی — آگ پانی میں ہم لگائیں کیوں

جان پر کیا بنی کہو تو سہی
داغ پُر درد ہیں صدائیں کیوں

فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالے میں — سناؤں دردِ دل طاقت اگر ہو سننے والے میں
خبر سن کر مرے مرنے کی وہ بولے رقیبوں سے — خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں
یہ کیسا رنج ہے یارب ٹپکتی ہے خوشی جس سے — کہ نغمے کی ہے کیفیت مرے دشمن کے نالے میں
نگاہِ شوخ ہے حلقے میں چشمِ شرم آگیں کے — تماشا ہے کہ بجلی کوندتی ہے آج ہالے میں

ملے مجھ سے تو فرمایا تمہیں کو داغ کہتے ہیں
تمہیں ہو ماہِ کامل میں تمہیں رہتے ہو ہالے میں

ہم سے جب وعدہ کیا تھا تو بہت کمسن تھے — دیکھئے قابلِ انکار ہوئے ہیں کہ نہیں
وعدۂ مہر و وفا یہ تو ہے معمولی بات — تم سے کچھ اور بھی اقرار ہوئے ہیں کہ نہیں
داغ اس فکر میں دن رات گھلا جاتا ہے — مجھ سے راضی مرے سرکار ہوئے ہیں کہ نہیں

کہاں ہے دخترِ رز لے محتسب ہم بادہ خواروں میں
ترے ڈر سے وہ کافر جا چھپی پرہیزگاروں میں

دکھا دینگے صفِ محشر میں ہم کتنے نکلتے ہیں
جو پوچھا اُس نے کوئی ہے مرے اُمیدواروں میں

پڑیں جو تیری گردن میں وہ ٹوٹیں ہاتھ لے ظالم
کہ بوئے غیر آتی ہے تجھے پھولوں کے ہاروں میں

وہ اِترا کر چلے ہیں میکدہ سے حضرتِ زاہد
بڑے مُرشد ہیں ہاتھوں ہاتھ لانا اُنکو یاروں میں

پڑا رویا کرے وہ داغ بیکس اس طرح تنہا
کہ جسکی رات دن ہنس بول کر گذری ہو یاروں میں

آپ نے گھر سے نکالا ہمیں ہم جاتے ہیں
پھر نہ آئینگے کبھی کھا کے قسم جاتے ہیں

یوں تو دم بھر نہیں آتا انھیں شوخی سے قرار
جب تصور میں وہ آتے ہیں تو جم جاتے ہیں

دل کا کیا حال کہوں صبح کو جب اس بت نے
لیکے انگڑائی کہا ناز سے ہم جاتے ہیں

حضرتِ داغ یہ ہے کوچۂ قاتل اُٹھئے
جس جگہ بیٹھتے ہیں آپ تو جم جاتے ہیں

دُنیا میں وضعدار حسیں اور بھی تو ہیں
معشوق ایک تو ہی نہیں اور بھی تو ہیں

لے آہ اک فلک کو جلایا تو کیا کیا
ایسے ہزار بر سرِ کیں اور بھی تو ہیں

تم خواب میں بھی آئے تو منہ کو چھپا لیا
دیکھو جہاں میں پردہ نشیں اور بھی تو ہیں

یہ رنج یہ الم ہو تو کیونکر ہو زندگی
عاشق جہاں میں داغ حزیں اور بھی تو ہیں

دم نہیں دل نہیں دماغ نہیں
کوئی دیکھے تو اب وہ داغ نہیں

گو قناعت نہیں ہر انساں کو
کبھی حاصل اسے فراغ نہیں

تھی زمانہ میں روشنی جس کی
ہائے اس گھر میں اب چراغ نہیں

داغ کو کیوں مٹائے دیتے ہو
دل سے ہو دور یہ وہ داغ نہیں

صبح تک درد دل کو دلاسے شب غم دیتے ہیں
جسکو تم دے نہیں سکتے اسے ہم دیتے ہیں

سب خواہش وہ کہاں رنج و الم دیتے ہیں
مانگنے والے کو آزار بھی کم دیتے ہیں

خاک دیتے ہیں جو یوں اہل کرم دیتے ہیں
سو بتاتے ہیں اگر ایک درم دیتے ہیں

وعدہ کرنے کو وہ تیار تھے سچے دل سے
ہیں لئے کمبخت یہ جانا مجھے دم دیتے ہیں

کس نے خوشبو سے بسایا ہے کفن کو میرے
کہ دعائیں مجھے سب اہل عدم دیتے ہیں

وہ جو ارشاد کریں یاد رہے یا نہ رہے
نامہ بر ہم تجھے قرطاس و قلم دیتے ہیں

مجھ سے وہ کہتے ہیں پروانے کو دیکھا تو نے
دیکھ یوں جلتے ہیں اس طرح سے دم دیتے ہیں

خاکساران محبت کا یہی تو ہے علاج
گھول کر انکو ترا نقش قدم دیتے ہیں

سادگی ہے کہ شرارت ہے جو ہر بات پہ وہ
میرے دشمن کو مرے سر کی قسم دیتے ہیں

عہد لیتے ہو کہ پھر بوسہ نہ لینا دیکھو
دینے والے بھی کہیں لیکے قسم دیتے ہیں

طعنۂ الفت دشمن پہ کہا ظالم نے
ایک سے لیتے ہیں دل ایک کو ہم دیتے ہیں

مدعا یہ ہے تڑپتا ہی سسکتا ہی رہے — گھول کر آبِ بقا میں مجھے سم دیتے ہیں
دلشکن اُن سے زیادہ کوئی لکھے گا جواب — کس لیے ہاتھ میں دشمن کے قلم دیتے ہیں
تو وفا کرتی تو جو لے عمرِ رواں کیا ہوتا — بیوفائی پہ ترے سیکڑوں دم دیتے ہیں
رنج دینے کا عبث داغ ہے شکوہ اُنسے
جسکو دیتا ہے خدا اُسکو صنم دیتے ہیں

وہ مستِ ناز ہو کہ کسی کی خبر نہیں — اپنے بھی حال پر تمہیں اب تو نظر نہیں
آتا ہے مجکو یاد سوالِ وصال پر — کہنا کسی کا ہائے وہ منھ پھیر کر نہیں
لے داغ کب چھپائے سے چھپتا ہے آفتاب
شہرہ کہاں نہیں ہے تمہارا کدھر نہیں

چھپایا ہے ترے تیروں کو تیری ہی نگاہوں نے — ہزاروں بار سینے میں ہزاروں بار پہلو میں
کلیجا پیستا ہے دل مسلتا ہے کوئی میرا — کہاں سے آ گئی ظالم تری رفتار پہلو میں
یہ نقشہ ہو گیا ہے داغ اب تو انکی محفل کا
کہ ہر دم آئینہ ہے سامنے اغیار پہلو میں

ہے لڑکپن کا زمانہ وہ ادا کیا جانیں — ابھی موسم ہی نہیں فن ہی نہیں سن ہی نہیں
مانگتا ہوں جو دعا وصل کی اُٹھ کے آگے — چپکے چپکے وہ کہے جاتے ہیں ممکن ہی نہیں
آپ لے حضرتِ ناصح کوئی تدبیر کریں
آپ سا کوئی مرا مشفق و محسن ہی نہیں

گالیاں دیکر بھڑک جاتے ہیں آپ — کیا مزہ ہے تلخیِ دشنام میں

شور یارب سے وہ کافر ڈر گیا　　ہے اثر بیشک خدا کے نام میں
کوئے جاناں کی زمیں ہے فتنہ خیز　　آسماں ہے مفت کے الزام میں

داغ زاہد سے کہو کھنچتی ہے مے
ہو شریک اس کار نیک انجام میں

فلک دیتا ہے جنکو عیش انکو غم بھی ہوتے ہیں　　جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں
گلے شکوے کہاں تک ہونگے آدھی رات تو گذری　　پریشاں تم بھی ہوتے ہو پریشاں ہم بھی ہوتے ہیں
وہ آنکھیں سامری فن ہیں وہ عیسیٰ نفس دیکھو　　مجھی پر سحر ہوتے ہیں مجھی پر دم بھی ہوتے ہیں
طبیعت کی کجی ہرگز مٹائے سے نہیں مٹتی　　کبھی سیدھے تمہارے گیسوئے پرخم بھی ہوتے ہیں

کسی کا وعدۂ دیدار تو اے داغ برحق ہے
مگر یہ دیکھئے دلشاد اس دن ہم بھی ہوتے ہیں

خدا سے گفتگو ہے اور میں ہوں　　کل لے بے مہر تو ہے اور میں ہوں
ادھر محفل میں ہیں پروانہ و شمع　　ادھر وہ شمع رو ہے اور میں ہوں

ملیں گے کل تو وہ سمجھیں گے مجھسے
کہاں ہے داغ تو ہے اور میں ہوں

روح کو چین ہجوم غم دلبر میں نہیں　　صاحب خانہ کو آرام بھرے گھر میں نہیں
مجکو امید ہے مشکل مری آساں ہوگی　　جو رکاوٹ ترے دل میں ہے وہ خنجر میں نہیں
کس سے وعدہ ہے جو گھبرائے ہوئے پھرتے ہو　　یہ وہ گردش ہے جو کسیکے بھی مقدر میں نہیں
آپکے لطف و عنایت کا بھروسا کیا ہے　　کہ گھڑی بھر میں اگر ہے تو گھڑی بھر میں نہیں

دل کے ٹکڑوں کا مزہ حلق کی بُرّش میں کہاں — نگہِ ناز کی تیزی دمِ خنجر میں نہیں
غیر کے عیش سے جلتا ہے عبث تو اے داغ
اُسکی تقدیر میں ہے تیرے مقدر میں نہیں

عشق خانہ خراب کے ہاتھوں — دربدر شہر یار پھرتے ہیں
سیکڑے میں عجب تماشا ہے — چار بیٹھے ہیں چار پھرتے ہیں
حشر میں اینٹھتے ہوئے یارب — کس کے تقصیروار پھرتے ہیں
صدقے ہوتے ہیں شمع رو اُس پر — گرد پروانہ وار پھرتے ہیں
ہائے اُنکا خرامِ مستانہ — پی کے جب بادہ خوار پھرتے ہیں
داغ کا ذکر سُن کے وہ بولے
ایسے ایسے ہزار پھرتے ہیں

کیوں چراتے ہو دیکھکر آنکھیں — کر چکیں میرے دلمیں گھر آنکھیں
یہ نرالا ہے بات کا انداز — بات کرتے ہو ڈھانک کر آنکھیں
داغ آنکھیں نکالتے ہیں وہ
اُن کو دیدوں نکال کر آنکھیں

مزے عشق کے کچھ وہی جانتے ہیں — کہ جو موت کو زندگی جانتے ہیں
شبِ وصل لیں اُنکی اِتنی بلائیں — کہ ہمدم مرے ہاتھ ہی جانتے ہیں
نہ ہو دل کو کیا لطف آزار و راحت — برابر خوشی ناخوشی جانتے ہیں
کہوں حالِ دل تو کہیں اس سے حاصل — سبھی کو خبر ہے سبھی جانتے ہیں

نہیں جانتے اسکا انجام کیا ہے　　وہ مرنا مرا دل لگی جانتے ہیں

سمجھتا ہے تو داغ کو رند زاہد
مگر رند اُس کو ولی جانتے ہیں

چاک ہو پردۂ وحشت مجھے منظور نہیں　　ورنہ یہ ہاتھ گریبان سے کچھ دور نہیں
وصل سے یاس ہو ایسا دلِ مجبور نہیں　　بُت اگر دور ہے مجھسے تو خدا دور نہیں
سجدے کرنے سے مٹا خط جبیں اے زاہد　　ہم کہے دیتے ہیں قسمت میں تحریر نہیں
لب تک آئی تھی شکایت کہ محبت نے کہا　　دیکھ پچھتائیگا خاموش یہ دستور نہیں
رات دن نامہ و پیغام کہاں تک ہونگے　　صاف کہہ دیجئے ملنا ہمیں منظور نہیں
تمنے دی کوہکن و قیس سے مجھکو نسبت　　کوئی دیوانہ نہیں میں کوئی مزدور نہیں

کیا کرے داغ کوئی اُسکی محبت کا علاج
وہ کلیجا ہی نہیں جسمیں یہ ناسور نہیں

گلے ملا ہے وہ مستِ شباب برسوں میں　　ہوا ہے دل کو سرورِ شراب برسوں میں
خدا کرے کہ مزہ انتظار کا نہ مٹے　　مرے سوال کا وہ دیں جواب برسوں میں
شبِ وصال اُسے کیوں نہ شرم آجائے　　جب آئینہ سے بھی ٹوٹے حجاب برسوں میں
ہمارے بعد کچھ ایسا ہوا مزاج اُنکا　　کہ لطف روز ہے سب پر عتاب برسوں میں
نہ کیوں ہو ناز مجھے اپنے دلپہ اے ظالم　　کیا ہے تو نے اسے انتخاب برسوں میں

وہ بولے داغ کی صورت کو ہم ترستے ہیں
ملا ہے آج یہ خانہ خراب برسوں میں

کوئی اب تجھسے آرزو ہی نہیں
اب جو دیکھا تجھے وہ تو ہی نہیں

ناصحوں سے کلام کون کرے
اپنی ایسوں سے گفتگو ہی نہیں

اس قدر ناز ہے تمہیں گویا
کوئی دنیا میں خوبرو ہی نہیں

جو ترے لطف سے نکل جاتے
وہ مرے دل کی آرزو ہی نہیں

ہے وہ صورت پرست بھی دیکھو
فقط آئینہ حبیب جو ہی نہیں

روکش اُس کا ہو کیا گل فردوس
وہ نزاکت وہ رنگ و بو ہی نہیں

عشق میں وضع کیا رہے اے داغ
کہ تجھے پاس آبرو ہی نہیں

اسیر دام بلا اور کون ہے میں ہوں
شکار تیر جفا اور کون ہے میں ہوں

شہید زیر حیا اور کون ہے میں ہوں
قتیل تیغ ادا اور کون ہے میں ہوں

حجاب مجھسے حیا مجھسے عار ہے مجھسے
اس انجمن میں نیا اور کون ہے میں ہوں

ردیف واؤ

عاشق کے دلمیں اور تری آرزو نہ ہو
اس باغ کا تو پھول ہوا اور اسمیں بو نہ ہو

کھٹکا ہوا ہوں خار تمنا سے اسقدر
ڈرتا ہوں یاس سے بھی کہیں آرزو نہ ہو

لے تو چلا ہے ناصح ناداں پیام وصل
میں شرط باندھتا ہوں جو بے آبرو نہ ہو

اے درد عشق خانۂ دل گھر ترا سہی
آباد یہ مکان تو جب ہو کہ تو نہ ہو

اس فکر میں کچھ اُنسے نہ ہم بات کر سکے — یہ گفتگو نہ ہو کہیں وہ گفتگو نہ ہو
اک تیری دوستی سے ہوئی سب میں دشمنی — گر یہ نہ ہو تو کوئی کسی کا عدو نہ ہو
کیا رشک ہے کہ طالبِ ہجراں ہوں اسلئے — جو مجھکو ہے رقیب کو وہ آرزو نہ ہو
مجھکو جنابِ شیخ کی دعوت ضرور ہے — ایسی کہیں شراب ملے جسمیں بو نہ ہو

مٹی کی مورت اس سے تو اے داغ خوب ہے
معشوق کیا جو شوخ نہ ہو خوش گلو نہ ہو

ممکن نہیں کہ تیری محبت کی بو نہو — کافر اگر ہزار برس دل میں تو نہو
دل کو مسل مسل کے ذرا ہاتھ سونگھیئے — ممکن نہیں کہ خونِ تمنا کی بو نہ ہو

اے داغ آکے پھر گئے وہ اُسکو کیا کریں
پوری جو نامراد تری آرزو نہ ہو

موت اس دن کو جو تجھسے ستم ایجاد نہو — میں تو مر جاؤں اگر لذتِ بیداد نہو
زلف وہ دام کہ جس دام سے آزاد نہو — آنکھ وہ چور کہ جس چور کی فریاد نہو
بات کا زخم ہے تلوار کے زخموں سے سوا — کیجئے قتل مگر مُنھ سے کچھ ارشاد نہو
ہائے وہ دل وہ کلیجہ میں کہاں سے لاؤں — وصل میں شاد نہو ہجر میں ناشاد نہو
جور کے بعد ہے اب حرفِ تسلی کیسا — اُس سے فرمایئے جسکو وہ گھڑی یاد نہو
دیکھ لے شامِ غریبی وہ مسافر میں ہوں — جس کا گھر بار نہو جسکو وطن یاد نہو
محوِ آرائشِ زینت ہی رہے آٹھ پہر — تجھکو اللہ کرے فرصتِ بیداد نہو
آدمی وہ ہے جو چتون کا اشارہ سمجھے — تجھکو معلوم ہوا مُنھ سے کچھ ارشاد نہو

ہے مرے دل کی تباہی پہ تعجب کیا خوب — آپ برباد کریں جسکو وہ برباد نہ ہو

کوستے ہیں وہ الٰہی کہ دعا دیتے ہیں
داغ کو دیکھ کے کہتے ہیں وہ ناشاد نہ ہو

تم کو چاہا تو خطا کیا ہے بتا دو مجھکو — دوسرا کوئی تو اپنا سا دکھا دو مجھکو
کون ہوتا ہے کڑی بات کا سہنے والا — گالیاں تمکو سکھا دیں یہ دعا دو مجھکو
دل مرا ہاتھ میں لیتے ہی الگ پھینک دیا — مال ایسا نہیں لاؤ یہ اُٹھا دو مجھکو
غیر کو دست حنائی نہ دکھاؤ دیکھو — گر لگانی ہو یونہیں آگ لگا دو مجھکو
وہ جو سوئے بھی شبِ وعدہ یہ کہکر سوئے — جب وہ آئے تو اُسیوقت جگا دو مجھکو
اب خدا چاہے تو میں تمکو نہ چاہوں ہرگز — پھر یہ تقصیر ہو مجھسے تو سزا دو مجھکو
بیمروت دل بیتاب سے ہو جاتا ہے — شیوۂ خاص تم اپنا ہی سکھا دو مجھکو

تم بھی راضی ہو تمہاری بھی خوشی ہے کہ نہیں
جیتے جی داغ یہ کہتا ہے مٹا دو مجھکو

کیوں میری آہ سرد اُنہیں ناگوار ہو — یہ وہ ہوا نہیں کہ کلیجے کے پار ہو
یوں میرے ساتھ دفن دل بیقرار ہو — چھوٹا سا اک مزار کے اندر مزار ہو
آسودگانِ خاک سے قاتل کو لاگ ہے — اے سونیوالے جاگ اُٹھو ہوشیار ہو
ایسے کو تو خدا کی قسم چھوڑنا ہے کفر — تجھسا حسین ہو اور نہ دل بیقرار ہو
کرتا ہے اُس سے شکوۂ فرقت یہ ہے لحاظ — تصویر یار بھی نہ کہیں شرمسار ہو
ہچکی جو آ کے ہجر کی شب آئی یہ ندا — اے ننگِ عشق مر نہ گیا ہوشیار ہو

یہ داغ پارسائی کی شہرت ہے رند تو ن
لاکھوں میں ہو نہ ہو وہی پرہیزگار ہو

کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو
دو دن میں یہ مزاج ہے آگے کو خیر ہو

چاہیں اگر وہ کافر دیندار میں سلوک
بتخانہ میں ہو کعبہ تو کعبے میں دیر ہو

کیسا وصال کس کی تسلّی کہاں کا لطف
کچھ ہو نہ ہو بلا سے مرے دل کی خیر ہو

دلّی میں پھول والوں کا میلہ پھر آئے داغ
بن ٹھن کے آئے وہ تو قیامت کی سیر ہو

معشوق کا تو جرم ہو عاشق خراب ہو
کوئی کرے گناہ کسی پر عذاب ہو

نکلے جدھر سے وہ یہی چرچا ہو اکیا
اس طرح کا جمال ہو ایسا شباب ہو

عاشق کی ایک جان پہ گذرے تو لطف کیا
دل کو کبھی سکون ہو کبھی اضطراب ہو

درپردہ تم جلاؤ جلاؤں نہیں چہ خوش
میرا بھی نام داغ ہے گر تم جواب ہو

آئینہ اپنی نظر سے نہ جدا ہونے دو
کوئی دم اور بھی آپس میں ذرا ہونے دو

کم نگاہی میں اشارہ ہے اشارہ میں حیا
بانہونے دو مجھے چین نہ بے یا ہونے دو

ہاتھ باندھے ہوئے اغیار کے ساتھ آؤ گے
ہم دکھا دینگے مزہ روز جزا ہونے دو

آنکھ ملتے ہی کہوں خاک حقیقت دل کی
دیکھ کر جلوہ مرے ہوش بجا ہونے دو

میری ہی آنکھوں پہ حرف گفتہ پہ نہ تم رکھو ہاتھ
حرف مطلب کسی عنوان سے ادا ہونے دو

جب سنا داغ کوئی دم میں فنا ہوتا ہے
اس ستمگر نے اشارے سے کہا ہونے دو

کہتے ہیں جسکو حور وہ انساں تمہیں تو ہو
جاتی ہے جسپہ جان مری جان تمہیں تو ہو

آتا ہے بعد ظلم تمہیں کو تو رحم بھی
اپنے کیے سے دلمیں پشیماں تمہیں تو ہو

پچھتاؤگے بہت مرے دلکو اُجاڑ کر
اس گھر میں اور کون ہے مہماں تمہیں تو ہو

اک روز رنگ لائینگی یہ مہربانیاں
ہم جانتے تھے جان کے خواہاں تمہیں تو ہو

دلدار و دلفریب و دل آزار و دلستاں
لاکھوں میں ہم کہیں گے کہ ہاں ہاں تمہیں تو ہو

کرتے ہو داغ دور سے بتخانے کو سلام
اپنی طرح کے ایک مسلماں تمہیں تو ہو

ہے تاک میں دزدیدہ نظر دیکھئے کیا ہو
پھر دیکھ لیا اُس نے اِدھر دیکھئے کیا ہو

لڑتی تو لگیں اُسکی نگاہوں سے نگاہیں
اِس جنگ کا انجام مگر دیکھئے کیا ہو

میں وصل میں بیتاب جو ہوں آخر شب ہے
دل اُنکا دھڑکتا ہے سحر دیکھئے کیا ہو

اے داغ انھیں بھی تو ہے دشمن ہی کا دھڑکا
ہے دونو طرف ایک ہی ڈر دیکھئے کیا ہو

نکلی فلک سے کب کسی مائل کی آرزو
پھر اُس پہ آرزو بھی ہے ہر دل کی آرزو

حوروں سے کیا غرض تھی عبث بدگمان ہو
جنت میں لےگئی تری محفل کی آرزو

دل ہر طرف رہا نگراں بحر عشق میں
اِس ڈوبتے کو رہ گئی ساحل کی آرزو

مرتبہ کمال عشق کا حاصل نہیں ہوا
اب داغ کو ہے مرشد کامل کی آرزو

سیکڑوں کو قتل لاکھوں کو کیا ہے پائمال
یہ نکالے میری جاں تمنے نرالے ہاتھ پاؤں

ذبح کرنے میں یہی پائمال کرتے ہیں یہی — پھر بچائے رکھتے ہیں یہ محسن والے ہاتھ پانو

کر دیا ہے چور ہمکو نشۂ الفت نے داغ
اب بھلا کوئی سنبھلتے ہیں سنبھالے ہاتھ پانو

سچ ہے تیری ہے آرزو مجکو — کہیں جینے دے یوں ہی تو مجکو
بندۂ نو خرید ہوں ہمدم — رکھئے آنکھوں کے رو برو مجکو
حشر میں کیا کہونگا جب وہ کہیں — کیا نہیں جانتا ہے تو مجکو

داغ یکسو ہو خوش نہیں آتی
نا امیدانہ آرزو مجکو

مجکو ملا یہ شکوۂ دشنام پر جواب — آپ اُس سے عشق کیجیے جسکی زباں نہو
آفت کی تاک جھانک قیامت کی تو خیال — پھر چاہتے ہو ہم سے کوئی بدگماں نہو

اے داغ عیش میں ہیں جہاں ہوں دل شاد شاد ہیں
انسان وہ ہے جسکو غم دو جہاں نہو

دکھانا گر تمھیں مد نظر ہے رنگ روش کو — اکیلا پا کے کیوں ہے پردہ تم لگاؤ آگ چلمن کو
ستم تیرے جو دیکھے جل گئے معشوق بھی عاشق — بجھاتے ہیں پر پروانہ میری شمع مدفن کو

اجل کے ہاتھ سے لے داغ بچنے کا نہیں کوئی
نہ چھوڑا دوست کو اسنے نہ چھوڑیگی وہ دشمن کو

پوشیدہ جب ہو راز کہ منھ میں زباں نہو — ہم بات بھی کریں تو بغیر از فغاں نہو
رکھتا ہمارا ہی خاک سے کچھ راہ لے چھپا — نہ قرار میں نہ بعد سوز جگر کا دھواں نہو

مارا جو ناوک سے پہلے جگر پہ تیر
پھر اُس پہ حکم یہ ہے کہ لب پر فغاں نہ ہو

تم کو مزا نہ دے گی کبھی داستانِ عشق
جبتک ہمارے مُنھ سے یہ قصہ بیاں نہ ہو

کہتے ہیں لوگ زیرِ زمیں جسکو آسماں
وہ کشتگانِ آتشِ غم کا دھواں نہ ہو

رکھتے ہیں کیا چھپا کے غمِ یار دل میں ہم
ڈر ہے کہ یہ نصیبِ دلِ دشمناں نہ ہو

تہمت کسیکو ظلم کی اے داغ کیوں لگائیں
شکوہ بتوں سے کیا جو خدا مہرباں نہ ہو

یہ حُسن کُن کے مرنا پڑا ہر کسی کو
نہیں مرتے دیکھا کسی پر کسی کو

خدا دے تو دے اپنا غم ہر کسی کو
کرے پر نہ مائل کسی پر کسی کو

بجاؤں گا تنہا بہشت بریں میں
کہ لیجاؤنگا دل کے اندر کسی کو

یہ بجلی نہیں جسکی اک سیر کر لی
تڑپ جاؤ دیکھو جو مضطر کسی کو

زہے منصفی قتل تو نے کیا ہے
وفا پر کسی کو جفا پر کسی کو

مجھے دیکھ لو ہو کے چیں بر جبیں تم
نہ دیکھا ہو گر زیرِ خنجر کسی کو

رہے تشنۂ دید مشتاق اُن کے
ملا بھی تو زہرِ آبِ خنجر کسی کو

بہت سا چھیڑ کر ہم کو پچھتائیگا
ستاتے نہیں بندہ پرور کسی کو

یہ کہتی ہے اے داغ چتون تمہاری
کہ ہم چاہتے ہو مسخر کسی کو

میرے پہلو سے وہ اُٹھے غیر کی تعظیم کو
بندگی کو بندگی تسلیم کو تسلیم کو

اپنے دل کا حال ہے دم بھر میں کچھ دم بھر میں کچھ
آگ لگ جائے الٰہی اس امید و بیم کو

جب یہیں اے داغ وحشت ہی تو آسائش کہاں
جائیے ہندوستاں سے کونسی اقلیم کو

وقتِ آخر پوچھتے ہو کیا ہماری آرزو — اشکباری ہے تمنا بیقراری آرزو
لطفِ حسن و عشق تو جب ہے کہ دل سے دل ملے — کچھ ہماری آرزو ہو کچھ تمہاری آرزو
پھر مرے داغِ کہن اے داغ تازہ ہو گئے
دل میں آئی صورتِ بادِ بہاری آرزو

پھر حسرت و ارمان و تمنا بھی نہ ہونگے — اے یاس نہ کر بے سر و سامان مرے دلکو
یا اُس بتِ گمراہ کو لا راہِ وفا پر — یا پھیر دے لے گردشِ دوراں مرے دلکو
تاثیر دکھا جائے محبت تو عجب کیا — سینے سے لگا آج مری جاں مرے دلکو
ہے لطف تو یہ تجکو ہو محشر میں بھی انکار
اور داغ کہے تو نے لیا ہاں مرے دلکو

برس پڑے وہ مجھے دیکھکر خدا کی پناہ — ہزار ناز ہر اک ناز میں ستم سو سو
کھلیں نہ ہم سے کبھی پیچ اُنکی باتوں کے — جو ایک بات کے پہلو بتائیں ہم سو سو
ابھی سے چرخ کی گردش کا داغ کیا شکوہ
ابھی تو لائے گا چکّر یہ پُر ستم سو سو

ہم تو مرتے ہیں دلا پر دلستاں ہو کوئی ہو — دوست دشمن مہرباں نامہرباں کوئی ہو
سر میں ہو گردن میں ہو پہلو میں ہو سینے میں ہو — تیغ ہو خنجر ہو پیکاں ہو سناں ہو کوئی ہو
خیر اچھا میں بُرا اچھے ہو تم جھوٹے نہیں — آدمی کا آدمی راحت رساں ہو کوئی ہو

وہ نہو تو پاس ہو یہ نہ ہو کوئی نہ ہو — خانۂ دل میں الٰہی میہماں ہو کوئی ہو

بعد مجنوں داغ سے آباد ہے دشتِ جنوں
اس خرابی کے لئے بے خانماں ہو کوئی ہو

کر لیا وعدہ انھوں نے ہو گئی تدبیرِ وصل — اور اُسپر بھی اگر تقدیر اُلٹی ہو تو ہو
اُس ستمگر سے دلِ نافہم اُمید کرم — بیگناہی پر مجھے تعذیر اُلٹی ہو تو ہو

سیدھی سیدھی ہم تو باتیں انکو لکھ بھیجیں گے داغ
واں اُلٹ پیچوں کی گر تقدیر اُلٹی ہو تو ہو

اے فلک چاہئے جی بھر کے نظارا ہم کو — جا کے آنا نہیں دنیا میں دوبارا ہمکو
کبھی ایما نہ کنایہ نہ اشارا ہم کو — کم نگاہی نے تری جان سے مارا ہمکو
آپ سے اب نہ بنے گا کوئی سودا اپنا — پھیر دیجیے دلِ بیتاب ہمارا ہمکو
بدسلوکی میں مزہ کیا ہے مزہ ہے اسمیں — کہ ہمارا ہو تمہیں پاس تمہارا ہمکو

بحرِ ہستی میں ہوئے کشتیٔ طوفانی ہم
نہیں ملتا ہے کہیں داغ کنارا ہمکو

اللہ رے تلوّن ابھی کیا تھے ابھی کیا ہو — شوخی ہو تو شوخی ہو حیا ہو تو حیا ہو
دھولے مجھے دل پر یہ زباں تیغ ہے تمہیں ناز — یہ شرط ٹھہر جائے کہ جھوٹے کو سزا ہو
بیوجہ چھپایا یا نہیں قاصد نے خط اُن کا — ایسا نہ ہو کمبخت کی مٹھی میں قضا ہو

کیوں داغ کا نام آتے ہی نفرت ہوئی تمکو
اک شخص ہے وہ تم اسے سمجھے ہوئے کیا ہو

میں نے جو کہا سیر ہو کل روز جزا ہو
فرماتے ہیں واں بھی نہیں پیچھے ہو تو کیا ہو

رنجش مری بڑھ کر ہے تمہاری خفگی سے
میں جان سے بیزار ہوں تم مجھ سے خفا ہو

چاہت کا مزہ بعد ہمارے نہ ملیگا
ہر شخص سے تم آپ کہو گے نہیں چاہا ہو

بدلوں نہ کبھی اور حسینوں کی وفا سے
وہ کینہ بھی اچھا جو ترے دل میں رہا ہو

اُس بُت سے بگاڑی نہ بن آئیگی تمہیں داغ
کیا پیش چلے جس کا طرفدار خدا ہو

کیا خود وعدہ عیاری تو دیکھو
دل آزاروں کی دلداری تو دیکھو

مرے دل کی وفاداری تو دیکھو
پھر اُس پر اپنی عیاری تو دیکھو

وہ کہتے ہیں مرے غم میں نہ مرنا
یہ مجبوری یہ لاچاری تو دیکھو

بنا ہیں شرم آلودہ نگاہیں
تغافل میں یہ ہشیاری تو دیکھو

مٹا نقش وفا اُس بُت کے دل سے
ہماری گریہ و زاری تو دیکھو

نہ عاشق کا نہ یہ معشوق کا دوست
فلک کی تم ستمگاری تو دیکھو

پھنسایا اُس بُت بیگانہ وش کو
محبت کی گرفتاری تو دیکھو

غزل کیا خاک لکھیں حضرت داغ
ہجوم کار سرکاری تو دیکھو

وہ آئے [illegible] سطح پہ کیا کس نظر تو سے
ہیں اسیر سے وہ لگے پاؤں تیری نظر کے

پھیلے ہیں لیے ساتھ اڑا کر یہ لیگئے
گویا تمہارے تیر تھے تیر جگر کے پاؤں

پہنچی [illegible] قبول تک
پھیلا کے کیا دعا نے اثر ہاتھ بھر کے پاؤں

اے داغ آدمی کی رسائی تو دیکھنا
سر پر دھرے ہیں عرش نے خیر البشر کے پاؤں

جو دل قابو میں ہو تو کوئی رسوائے جہاں کیوں ہو
خلش کیوں ہو تپش کیوں ہو قلق کیوں ہو فغاں کیوں ہو

غضب آیا ستم ٹوٹا قیامت ہو گئی برپا
یہ پوچھا تھا کہ تم آزردہ مجھ سے میری جاں کیوں ہو

نئی تاکید ہے ضبطِ محبت کی وہ کہتے ہیں
جگر ہو تو فغاں کیوں ہو دہن ہو تو زباں کیوں ہو

جگر سے کم نہیں اے چارہ گر داغ جگر مجھکو
جو پیدا کی ہو مر مر کر وہ دولت رائیگاں کیوں ہو

تری زلفیں بھی ہیں صیاد آنکھیں بھی شکاری ہیں
تماشا دیکھنے کا ہے جو میرے دل پہ جھگڑا ہو

لڑینگے آپ حوروں سے ملینگے آپ غیروں سے
مجھے ڈر ہے کہ جنت سے کہیں فتنہ نہ برپا ہو

ابھی نفرت ہے تمکو داغ سے وہ دن بھی آتے ہیں
خدا چاہے تو اُس کمبخت کو دل سے تمہیں چاہا ہو

ہمارے دلمیں بے کھٹکے محبت اپنی رہنے دو امانت دار کا گھر ہے امانت اپنی رہنے دو

ڈرایا ہے ستایا ہے یہ کہکر وصل میں اُسنے بگڑ جائینگے ہم بس بس شرارت اپنی رہنے دو

بظاہر مہربانی ہے تو دلمیں بدگمانی ہے — سلام ایسی عنایت کو عنایت اپنی رہنے دو
وہاں ہے بے نیازی داغ اس سے کیا غرض اسکو
یہ طاعت اپنی رکھو چھوڑو عبادت اپنی رہنے دو

پہلے یہ شرط مصوّر سے وہ کر لیتے ہیں — بانکی صورت بھی کھنچے ہاتھ میں شمشیر بھی ہو
کاش وہ محفلِ اغیار میں اے جذبۂ دل — میری تعظیم بھی دے مجھسے بغلگیر بھی ہو
لڑ پڑے غیر سے کیا خیر ہے کیسا ہے مزاج
تم جو چپ چاپ بھی ہو مضطر بھی ہو دلگیر بھی ہو

تم آئینہ ہی نہ ہر بار دیکھتے جاؤ — مری طرف بھی تو سرکار دیکھتے جاؤ
اُٹھاؤ آنکھ نہ شرماؤ یہ تو محفل ہے — غضب سے جانب اغیار دیکھتے جاؤ
کوئی نہ کوئی ہر اک شعر میں ہے بات ضرور
جناب داغ کے اشعار دیکھتے جاؤ

ردیف ہائے ہوز

طور بے طور ہوئے دل کے خدا خیر کرے — بے طرح گھات میں ہے اُس ستمگار کی آنکھ
ہوتی جاتی ہے سوا بوسۂ لب کی قیمت — دیکھتے جاتے ہیں وہ اپنے خریدار کی آنکھ
دل مجھے بیاہے وہ اب آنکھ ملائیں کیونکر — سامنے ہوتی ہے مشکل سے گنہگار کی آنکھ
ٹپکی پڑتی ہے نگہ سے تری اُلفت اے داغ
کوئی چھپتی ہے محبت کی نظر پیار کی آنکھ

کیوں کرتے ہو دنیا کی ہر اک بات سے توبہ
منظور تو ہے میری ملاقات سے توبہ

دنیا میں کوئی بات ہی اچھی نہیں زاہد
اس بات سے توبہ کبھی اُس بات سے توبہ

اُمید ہے مجھکو یہ ندا آئے دم مرگ
مقبول ہوئی اُسکی عنایات سے توبہ

سکو ہے تری یاد کی لذت جدا جدا
دل کی ہے دل کے ساتھ زباں کی زباں کے ساتھ

اقرار حشر لے دل مضطر غلط نہ جان
تھوڑا یقین بھی چاہیئے وہم و گماں کے ساتھ

اللہ کرے کہ بند نہو داغ کی زباں
تعریف آپکی ہے اُسی خوش بیاں کے ساتھ

حفظ تسلیم ادب خلق تواضع تعظیم
کتنی تکلیف ہے لئے شوق ملاقات کے ساتھ

چار مل بیٹھے جہاں پھر وہی رنگ اور ترنگ
کچھ عجب لطف ہے رندانِ خرابات کے ساتھ

دست نواب گہر بار فلک دریا بار
داغ برسات نئی آئی ہے برسات کے ساتھ

کیا لطفِ وصل ہے جو دوبارہ نہو نصیب
دونا جو اضطراب ہو کیا اِس سے فائدہ

چھُریوں سے کم نہیں ہیں نگاہوں کی تیزیاں
ٹکڑے جو یوں نقاب ہو کیا اس سے فائدہ

گر دل ملے تو آنکھ ملانے کا لطف ہے
کیوں شکوۂ حجاب ہو کیا اِس سے فائدہ

ایسوں سے وہ نگاہ ملاتے نہیں کبھی
گر داغ آفتاب ہو کیا اِس سے فائدہ

یارب ہمیں دے عشق صنم اور زیادہ
کچھ تجھسے نہیں مانگتے ہم اور زیادہ

دل لیکے نہ کچھ مانگ صنم اور زیادہ
مقدور نہیں تیری قسم اور زیادہ

یارب ہیں مگر ساتھ بہت حسرت و ارماں
ہو وسعت صحرائے عدم اور زیادہ

رہبر نے ترا کوچہ دکھا کر مجھے چھوڑا
آگے نہ بڑھا چار قدم اور زیادہ

پہنچا ہوں لب گور تو میں اے غم الفت
اب چھوڑ کہ مجھ میں نہیں دم اور زیادہ

دل بوسہ پہ ٹھہرا تھا جگر چھین لیا کیوں
کیا مفت میں لی ایک رقم اور زیادہ

وہ حال ہے میرا کہ عدو کہتے ہیں اُن سے
کرنا نہ خبردار ستم اور زیادہ

خط اُن کا بہت خوب عبارت بہت اچھی
اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

صد شکر کہ نواب کے الطاف سے اے داغ
چند اہل سخن جمع ہیں کم اور زیادہ

رشک پری تم انھیں جو کہا یہ ملا جواب
جب ہم پری ہیں کیا ہمیں آدم سے واسطہ

الفت میں دونوں لازم و ملزوم ہو گئے
غم کو غرض ہے دل سے اُسے غم سے واسطہ

نہیں ہوتی بندے سے طاعت زیادہ
بس اب خانہ آباد دولت زیادہ

محبت میں سو لطف دیکھے ہیں لیکن
مزہ دے گئی بس شکایت زیادہ

مریض محبت کی اچھی دوا کی
اُسے کل سے ہے آج غفلت زیادہ

وہ تشریف لاتے ہی بولے کہ رخصت
نہیں ہمکو ملنے کی فرصت زیادہ

الٰہی زمانے کو کیا ہو گیا ہے
محبت تو کم ہے عداوت زیادہ

تم آئینہ دیکھو تو ہم بھی یہ دیکھیں
کہ ہے کونسا خوبصورت زیادہ

مری بندگی سے مرے جرم افزوں ترے قہر سے تیری رحمت زیادہ
بہکتے نہ تھے داغ یوں گفتگو میں
مگر پی گئے آج حضرت زیادہ

ردیف یائے تحتانی

جان دیدوں تجھے پر ڈرتا ہوں کہ امانت میں خیانت ہو گی
اپنے مطلب کو تو سُن لو مجھ سے یہ نہ جانو کہ شکایت ہو گی
اب کی میخانے سے ٹھکرائے داغ
کعبے جائیں گے جو وحشت ہو گی

جب وہ بُت ہمکلام ہوتا ہے دل و دیں کا پیام ہوتا ہے
زیست سے تنگ ہیں نہ چھیڑ ہمیں دیکھ غصہ حرام ہوتا ہے
داغ کا نام سُن کے وہ بولے
آدمی کا یہ نام ہوتا ہے

اللہ اللہ رے پریشانی مری زلف جاناں بھی ہے دیوانی مری
کیا ٹھکانا مجھ سے نازک طبع کا ہو چکی جنت سے مہمانی مری
آجکل ہے انکو تصویروں سے شوق کیا کبھی دیکھی تھی حیرانی مری
روسیاہی کام آئی روزِ حشر شکل زاہد نے نہ پہچانی مری
اے دل لیکر ترا ناز و غرور والئے دل دیکر پشیمانی مری

تر ہوا دامن مئے گلرنگ سے — رنگ لائی پاک دامانی مری
اس گرفتاری پہ اپنی میں نثار — لو وہ کرتے ہیں نگہبانی مری
آگیا داغ اُنکے دل میں یہ غرور
شکل ہے دنیا میں لاثانی مری

اللہ کو کیا جواب دو ل گا — عادت ہے بتوں سے گفتگو کی
کچھ ضبط ہماری خاطر اے چشم — کچھ شرم ہماری آبرو کی
اس خانہ خراب دل میں اے داغ
مٹی ہے خراب آرزو کی

تدبیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی — بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی
دل لیکے وہ اب جان طلب کرتے ہیں مجھسے — یہ ایسی دھری ہے کہ اٹھائی نہیں جاتی
گرتی ہے نشیمن پہ مرے کوند کے بجلی — صیاد کے گھر آگ لگائی نہیں جاتی
ہر چند ہے افشائے محبت میں خرابی — یاروں سے مگر آنکھ چرائی نہیں جاتی
لے دیکھئے یہاں دلمیں ہے صرف ایک تمنا — وہ تا بہ زباں خوف سے لائی نہیں جاتی
یارب کوئی آفت تھا محبت کا پتنگا — وہ آگ لگی ہے کہ بجھائی نہیں جاتی
لے داغ کہا حال دل اس دشمن جاں سے
نادان ترے دل کی صفائی نہیں جاتی

کتنا با وضع ہے خیال اُس کا — بیکسی میں بھی آئے جاتا ہے
دیکھنا رشک اُسکی محفل میں — ایک کو ایک کھائے جاتا ہے

نااُمیدی مٹائے جاتی ہے — شوق نقشہ جمائے جاتا ہے

اُس کا آنا تو در کنار لے داغ

دل ہی قابو سے ہائے جاتا ہے

ہاتھ نکلے اپنے دونوں کام کے — دل کو تھاما اُن کا دامن تھام کے

گھونٹ پی کر بادۂ گلفام کے — بوسے لے لیتا ہوں خالی جام کے

اس نزاکت کا بُرا ہو بزم سے — اُٹھتے ہیں وہ دست دشمن تھام کے

چشم مستِ یار کی اک دھوم ہے — آجکل ہیں دور دورے جام کے

جب قدم کعبے سے رکھا سوئے دیر — تار اُلجھے جامۂ احرام کے

آگیا ہے بھول کر خط اس طرف — وہ تو عاشق ہیں مرے ہمنام کے

کیا کسی درگاہ میں جانا ہے آج — صبح سے سامان ہیں حمّام کے

دعوئے عشق و وفا پر یہ کہا — سب بجا لیکن مرے کس کام کے

اب اُتر آئے ہیں وہ تعریف پر — ہم جو عادی ہو گئے دشنام کے

ہے گدائے میکدہ بھی کیا حریص — بھر لئے جھولی میں ٹکڑے جام کے

خوگر بیداد کو راحت ہے موت — بھاگتا ہوں نام سے آرام کے

نالہ و فریاد کی طاقت کہاں — بات کرتا ہوں کلیجا تھام کے

داغ کے سب حرف لکھتے ہیں جُدا

ٹکڑے کر ڈالے ہمارے نام کے

لگ چلی بادِ صبا کیا کسی مستانے سے — جھومتی آج چلی آتی ہے میخانے سے

روح کس مست کی پیاسی گئی میخانے سے — مے اُڑی جاتی ہے ساقی ترے پیمانے سے
وعدۂ وصل کی تکرار نے ہم کو مارا — فیصلہ خوب ہوا بات کے بڑھ جانے سے
یہ بھی دشمن ہی کے حصے میں سہی اے تقدیر — کام کیا اسکے تصوّر کا یہاں آنے سے
خوں بہا کی ہے عبث فکر مرے قتل کے بعد — اب دعا کیجئے کیا فائدہ گھبرانے سے
فکر ہے دوست کو احوال سناؤں کیونکر — ٹکڑے ہوتا ہے کلیجا مرے افسانے سے
گر پڑا ہوں نگہ مست سے چکر کھا کر — ساقیا پہلے اُٹھا تو مجھے پیمانے سے
ڈر ہے نا شیر نہ کر جائے کسی کی فریاد — کان بھر لیجئے پہلے مرے افسانے سے
کر دیا صاف الگ دل نے ہمیں الفت میں — ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں بیگانے سے

ایک چلو میں بہت داغ بہک اُٹھتے تھے
آج سنتے ہیں نکالے گئے میخانے سے

مرے جاتے ہیں تیری بیوفائی دیکھنے والے — چراغِ صبح ہیں یہ شام جدائی دیکھنے والے
یدِ بیضا جو چمکا کر دکھائیں حضرت موسیٰ — نہ دیکھیں پھر ہم ترے دستِ حنائی دیکھنے والے
سنیں کیوں لن ترانی طور پر یوں جا کے کیا حاصل — کہ مستغنی ہیں تیری خود نمائی دیکھنے والے
ہماری جان کی پروا ہے کسکو دیکھ اے قاتل — بہت سے ہیں ہاتھ کی تیرے صفائی دیکھنے والے
کہاں ہے اب ترا ثانی ذرا انصاف سے دیکھیں — مری آنکھوں سے تیری دلربائی دیکھنے والے
اس آئینہ کا جوہر اور ہی جلوہ دکھاتا ہے — مرا دل دیکھ عارض کی صفائی دیکھنے والے
ہوا کیوں نبض میری دیکھکر اے چارہ گر سکتہ — غضب ہے کیا تجھے بھی ہو گئی آئی دیکھنے والے
بلائیں شاخِ گل کی باغ میں جا جا کے لیتے ہیں — تصور میں تری نازک کلائی دیکھنے والے

ہوا سے اُڑ گئی ہوگی کہ ایسا ہو ہی جاتا ہے
بجا ہے تو نے کب چلمن اُٹھائی دیکھنے والے

بھلائی سے تری ہم کو غرض ہے وہ عدو ہوں گے
بُرائی سننے والے یا بُرائی دیکھنے والے

ترے تیرِ نگہ کی کیا دلوں پر چوٹ پڑتی ہے
یکایک دینے لگتے ہیں دہائی دیکھنے والے

مرے سینہ میں چشمِ جنگجو نے کچھ نہیں چھوڑا
صفائی ہو گئی دیکھیں لڑائی دیکھنے والے

جھجکنا کیا ہے میرے قتل سے کیا سخت جاں ہوں میں
لگا تو ہاتھ لے نازک کلائی دیکھنے والے

جنابِ شیخ کی حالت تو ہے اب دید کے قابل
ذرا ندی بھی دیکھیں پارسائی دیکھنے والے

کسی کا نقدِ دل ہو وہ بھی گویا مال انکا ہے
نہیں معشوق چیز اپنی پرائی دیکھنے والے

وہ سو پردوں میں بھی بیٹھیں تو ہرگز چھپ نہیں سکتے
وہاں تک کر ہی لیتے ہیں رسائی دیکھنے والے

یہ مظہر ہے اِسی کا داغ جو کچھ دیکھتا ہے تو
خدا پر رکھ نظر شانِ خدائی دیکھنے والے

مٹ جائے کوئی حسن کی شہرت ہو کسی کی
ماتم ہو کسی کا شبِ عشرت ہو کسی کی

وہ صدمہ اُٹھائے ہیں کہ ہر دم یہ دعا ہے
دنیا میں کسی کو نہ محبت ہو کسی کی

لڑنا کبھی ملنا کبھی آنا کبھی جانا
تم شوخ ہو یا شوخ طبیعت ہو کسی کی

یہ داغ ہماری نہیں سنتا نہیں سنتا
ایسی بھی الٰہی نہ بُری مت ہو کسی کی

میں نے جو آہ کی تو کہا اُس نے غیر سے
اس خانماں خراب نے رسوا کیا مجھے

کہدی ہے آپ نے نشہ میں سب دل کی آرزو
اک ساغرِ شراب نے رسوا کیا مجھے

ملے داغ سب یہ حضرتِ دل کے سلوک ہیں
جو کچھ کیا جناب نے رسوا کیا مجھے

سادگی بانکپن اغماز شرارت شوخی　　تو نے انداز وہ پائے ہیں کہ جی جانتا ہے

داغؔ وارفتہ کو ہم آج ترے کوچہ سے
اسطرح کھینچ کے لائے ہیں کہ جی جانتا ہے

میرے افسانے پہ وہ ہنس کے خفا کہتا ہے　　کوئی سنتا بھی ہے اسکی کہ یہ کیا کہتا ہے
ہر دم اپنا دم آخر کی سُناتا ہے خبر　　ہر نفس ہر نفس احوال فنا کہتا ہے

ہند سے تا بہ دکن داغؔ ہے شہرت تیری
اب تو کچھ اور ترا بخت رسا کہتا ہے

عشق میں حشق کے بدلے یہ تباہی کیسی　　پھنس گئی جان مصیبت میں الٰہی کیسی
دل نہیں مال تو اسکا تمہیں لالچ کیسا　　تم نہیں چور تو دزدیدہ نگاہیں کیسی

کیا بُری چیز ہے الفت کا بُرا ہو اے داغؔ
دل سے ہمدم نے بُرائی مری چاہی کیسی

بتوں کے کوچے سے ہم دلفگار ہو کے چلے　　شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے
تری نگاہ بہت مست ہے سنبھل کے ذرا　　سمند ناز و ادا پر سوار ہو کے چلے
ٹھہر گئے وہ جہاں سرو باغ تھے گویا　　اگر چلے تو نسیم و بہار ہو کے چلے
کسی کی آنکھ میں وہ انتظار ہو کے رہے　　کسی کے دل سے شکیب و قرار ہو کے چلے
گلے لگا کے انھیں عذر پھر کیا ہی نہ تھے　　مری گلی سے وہ جب شرمسار ہو کے چلے

نگاہ یار کی پھرتی ہے بزم سے لے داغؔ
رقیب بھی مرے یاروں کے یار ہو کے چلے

خوب ہی چلتی ہوئی وہ نرگس مستانہ ہے　　آشنا سے آشنا بیگانہ سے بیگانہ ہے
مجھکو لیجا کر کہا ناصح نے اُن کے روبرو　　آپکے سر کی قسم یہ آپکا دیوانہ ہے

داغ یہ ہے کوئے قاتل ہاں ناداں ضد نہ کر
اُٹھ یہاں سے آ اِدھر گھر بیٹھ کچھ دیوانہ ہے

کہوں گو نہ میں حشر کو تیرے ظلم　　یہ خلق خدا کب اکر جائے گی
صبا اُس گلی سے مری خاک کو　　جب آئیگی برباد کر جائے گی

دیا دل تو اے داغ اندیشہ کیا
گذرنی جو ہوگی گذر جائے گی

جو جلے آگ جل جائے وہ دل یہی ہے　　پٹے زخم تیرے وہ بسمل یہی ہے
کرے مجھ سے ہرچند وہ بھولی باتیں　　مگر یہ کہوں گا کہ قاتل یہی ہے

ترا جلوہ ٹھہرا ہے مقصود عالم
کہ ساری خدائی کا حاصل یہی ہے

عشق میں کچھ یاس کچھ اُمیدواری چاہئے　　کچھ تحمل چاہئے کچھ بیقراری چاہئے
جنکو حسن و عشق کے دعوے ہیں اُنکے واسطے　　دل ہمارا چاہئے صورت تمہاری چاہئے
اِس تغافل اس حیا سے کب چھپا راز نہاں　　اب نرالی کوئی طرزِ پردہ داری چاہئے
کھل گیا جب راز تو اخفا کئے سے فائدہ　　اُٹھ گیا پردہ تو پھر کیا پردہ داری چاہئے

دل یہ گر قابو نہیں اے داغ تو ہے جائے شکر
عاشقوں کے واسطے بے اختیاری چاہئے

نکالو داغ کو اپنے مکاں سے — چلا آیا یہ دیوانہ کہاں سے
ہر اک میں عیب نکلیں گے کہاں تک — تمہیں اچھے صحیح سارے جہاں سے
کہاں لے داغ اب اپنا ٹھکانا
اُٹھا لیتے ہیں دل دونوں جہاں سے

ہوئی جاتی ہیں کیوں نیچی نگاہیں — کہو تو کیا ہے قرباں اس حیا کے
اُلجھنا زلف سے لڑنا نگہ سے — بنے ہیں حضرتِ دل بھی بلا کے
مری مشکل ہوئی لے داغ آساں
تصدق اپنے میں مشکل کشا کے

وقتِ انصاف جو تم پاس ہمارے ہوتے — روبرو داورِ محشر کے اشارے ہوتے
زلفیں بکھری ہوئی تم نے جو سنواریں تو کیا — کام بگڑے ہوئے عاشق کے سنوارے ہوتے
بے نیازی کی ادا اُن میں نہ ہوتی ہرگز
داغ یہ بُت جو نہ اللہ کے پیارے ہوتے

شبِ وصل ایسی کھلی چاندنی + — وہ گھبرا کے بولے سحر ہوگئی
کہو کیا کرو گے مرے وصل کی — جو مشہور جھوٹی خبر ہوگئی
غمِ ہجر سے داغ مجکو نجات
یقیں تھا نہ ہوگی مگر ہوگئی

نفرت ہے حرفِ وصل سے اچھا یونہی سہی — لو اور اور بات سُنو وہ نہیں سہی
بیداد کرکے چاہتے ہو تم جفا کی داد — بہتر بجا درست صحیح آفریں سہی

سب دل لگی بھی داغ گذرنی محال ہے
وہ دل نہیں سہی وہ تمنا نہیں سہی

آپ ہی جور کریں آپ ہی پوچھیں مجھ سے | یہ تو فرمائیے ہے آج طبیعت کیسی
تھے کہاں رات کو آئینہ تو لیکر دیکھو | اور ہوتی ہے خطاوار کی صورت کیسی
نگہ یار کو میں دل میں جگہ دوں لیکن | چور ہو جب کوئی مہمان تو عزت کیسی
چھیڑ ہر وقت کی اچھی نہیں یہ یاد رہے | کبھی کیسی ہے کبھی اپنی طبیعت کیسی
دھمکیاں دیتے ہو تم جذبۂ دل کی لے داغ | بندہ پرور یہ محبت میں حکومت کیسی

نظر آتا ہے پس پردہ جو کوئی شوخ و شریر
گدگداتی ہے پھر اے داغ طبیعت کیسی

ہر دل میں نئے درد سے ہے یاد کسی کی | ملتی نہیں فریاد سے فریاد کسی کی
گھبرا کے اگر موت بھی مانگوں تو کہیں دو | جاگیر نہیں ہے عدم آباد کسی کی

کمبخت وہی داغ نہ ہو دیکھو تو کوئی
بیچین کیئے دیتی ہے فریاد کسی کی

دیکھکر سانولی صورت تری یوسف بھی کہے | چیٹ پٹا حسن نمکدار سلونا کیا ہے
تم پہ مر جائیں گے اس آس پہ ہم جیتے ہیں | زندگی شرط ہے تو جان کا کھونا کیا ہے

اسکی ٹھوکر سے بھی کمبخت نہ جاگا افسوس
موت ہے داغ یہ مست کا سونا کیا ہے

اے لب یار تجھکو میری قسم | کبھی سچی قسم بھی کھائی ہے

اُس کے در تک پہنچ گیا قاصد ۔۔۔ آ گئے تقدیر کی رسائی ہے
داغ اب وصل کا وصال ہوا
یار زندہ غمِ جدائی ہے

گر مرض ہو دوا کرے کوئی ۔۔۔ مرنے والے کا کیا کرے کوئی
اس جفا پر تمہیں تمنّا ہے ۔۔۔ کہ مری التجا کرے کوئی
منھ لگاتے ہی داغ اتر آیا
لطف سے پھر جفا کرے کوئی

لبِ یار خنداں ہوا چاہتا ہے ۔۔۔ کوئی عہد و پیماں ہوا چاہتا ہے
شبِ وصل آخر ہوئی جلد جاؤ ۔۔۔ یہاں اور ساماں ہوا چاہتا ہے
کیا داغ سے اُس نے جھوٹا ہی وعدہ
ترا کام آساں ہوا چاہتا ہے

شوخی میں تمکنت ہے تو ہے ناز میں نیاز ۔۔۔ تعلیم تم نے پائی ہے اچھے ادیب سے
اخفائے راز عشق کی عادت بھی ہے بُری ۔۔۔ ہم نے ہمیشہ حال چھپایا طبیب سے
پوچھو جنابِ داغ کی ہم سے شرارتیں
کیا سر جھکائے بیٹھے ہیں حضرت غریب سے

درد بن کر دل میں آنا کوئی تم سے سیکھ جائے ۔۔۔ جانِ عاشق ہو کے جانا کوئی تم سے سیکھ جائے
ہر سخن پر روٹھ جانا کوئی تم سے سیکھ جائے ۔۔۔ روٹھ کر پھر مسکرانا کوئی تم سے سیکھ جائے
کوئی سیکھے خاکساری کی روش تو ہم سکھائیں ۔۔۔ خاک میں دل کو ملانا کوئی تم سے سیکھ جائے

آتے جاتے یوں تو دیکھے ہیں ہزاروں خوش خرام — دل میں آنا دل سے جانا کوئی تم سے سیکھ جائے
ہر گنہ سے توبہ کر لی جب جوانی ہو چکی — زاہد جنت میں جانا کوئی تم سے سیکھ جائے
محو بیخود ہو نہیں کچھ دین و دنیا کی خبر
داغ ایسا دل لگانا کوئی تم سے سیکھ جائے

کہتے ہیں خواب میں شب وعدہ ہم آ گئے تھے — یہ مکر یہ فریب یہ دھوکا ہی اور ہے
کرتا ہوں صبر انکی جفا پر تو کہتے ہیں — یہ دل ہی اور ہے یہ کلیجا ہی اور ہے
اجمیر ہو کے جائیں گے لے داغ ہم بہار
ابکی برس سفر کا ارادہ ہی اور ہے

نکل جائے یہ حسرت وہ نہیں ہے — بدل جائے یہ قسمت وہ نہیں ہے
پکارا دیکھ کر میں حور کی شکل — خداوندا یہ صورت وہ نہیں ہے
تمہارا دل تو دیکھوں ہاتھ رکھ کر — وہی ہے یا محبت وہ نہیں ہے
لگے دیتے ہیں ہم دھوکا نہ کھانا — ہماری اب طبیعت وہ نہیں ہے
گئی محفل کی رونق داغ کے ساتھ
وہی دم تھا غنیمت وہ نہیں ہے

پیامی کامیاب آئے نہ آئے — خدا جانے جواب آئے نہ آئے
پیوں گا آج ساقی سیر ہو کر — میسر پھر شراب آئے نہ آئے
یہ جا کر پوچھ آ تو اُن سے درباں — کہ وہ خانہ خراب آئے نہ آئے
نہ دیکھو داغ کا دیواں نہ دیکھو — سمجھ میں یہ کتاب آئے نہ آئے

دل مرا لیکے مری جان دغا تم نے تو کی
تھی تجھے چشمِ وفا تم سے جفا تم نے تو کی

غم دیا رنج دیا داغ دیا زہر دیا
خوب بیمار محبت کی دوا تم نے تو کی

جانتے ہی نہیں دشنام کا انجام ہے کیا
بات اک پہلے پہل نام خدا تم نے تو کی

چار دن بھی کہیں آرام نہ پایا اے داغ
بیوفاؤں پہ یونہی جان فدا تم نے تو کی

جفا کی اُن بتوں نے یا وفا کی
دیا دل اب تو جو مرضی خدا کی

نئی شوخی ہے چشمِ فتنہ زا کی
تغافل یوں کیا گویا حیا کی

شبِ اندوہ و غم کا پوچھنا کیا
بنا کی جو مرے دل پر بنا کی

لڑے ہیں غیر سے غصہ ہے مجھ پر
کوئی پوچھے تو میں نے کیا خطا کی

پھر اُس بت پر فدا ہیں حضرتِ داغ
قسم کھائی تھی کعبے میں خدا کی

منصفی دنیا سے ساری اُٹھ گئی
اے بتو ایمان داری اُٹھ گئی

دل سے وہ بے اختیاری اُٹھ گئی
اب تمنا ہی تمہاری اُٹھ گئی

بے طرح پھیلا ہے اُن زلفوں کا جال
اب اُمید رستگاری اُٹھ گئی

رہ گئے لاکھوں کلیجا تھام کر
آنکھ جس جانب تمہاری اُٹھ گئی

عشق نے بیباک آخر کر دیا
اب وہ شرم آہ و زاری اُٹھ گئی

دور میں اُس چشمِ مستِ ناز کے
لذتِ پرہیزگاری اُٹھ گئی

کس سے رکھے داغ چشمِ دوستی
اُٹھ گئی یاروں سے یاری اُٹھ گئی

سرگزشت اپنی فسانہ ہے زمانے کے لئے
گم ہوئے تھے ہم جہاں سے یاد آنے کیلئے

پاس اپنے دل کے رہنے دیجئے میرا بھی دل
اک خوشی کو چاہئے اک غم اٹھانے کیلئے

بس رہا ہے جی میں تو وہ نازنیں نازک مزاج
اب کہاں سے لائیے دل پر چوٹ کھانے کیلئے

زاہد صد سالہ آیا میکدے میں بھول کر
لا شراب کہنہ ساقی اس پُرانے کے لئے

آگیا کچھ یاد و دل بھر آیا آنسو گر پڑے
ہم نہ روئے تھے تمہارے مسکرانے کیلئے

مر گئے تو مر گئے ہم عشق میں ناصح تو کیا
موت آنے کے لئے ہے جان جانے کیلئے

داغ جنت کو سدھارا اک اُسی کو چین ہے
دور جا کے پاؤں اپنے کیوں تھکانے کیلئے

بے شک کیا اُس بت کافر کو خدا نے
سمجھے کہ نہ سمجھے کوئی مانے کہ نہ مانے

اے حشر مجھے انصاف بھی ہوگا کہ نہ ہوگا
بیفائدہ آیا ہے جو سوتوں کو جگانے

انداز کہے دیتے ہیں کشتے کے تمہارے
لوٹا ہے اِسی ناز نے مارا ہے ادا نے

میخانہ ہے اور داغ ہے اور نشۂ مے ہے
سوتا ہے رکھے خشتِ خمِ بادہ سرہانے

پری شیشہ نہیں وہ کہ جسمیں پری ہے
فقط دل میں حسرت ہی حسرت بھری ہے

دلاسا بھی دیتے نہیں عاشقوں کو
یہ کیا دلدہی ہے یہ کیا دلبری ہے

ملا داغ سے آج وہ ماہ پیکر
مبارک قرآنِ مہ و مشتری ہے

وہ سر ہے کہ جو دلدار کے در تک پہنچے
دل وہ آئینہ ہے جو تیری نظر تک پہنچے

دل کو تھاموں کہ ترے بزم میں آنسو پونچھوں ہاتھ جب دل سے اُٹھے دیدۂ تر تک پہنچے
زلف آہستہ جھٹکئے مرا جی ڈرتا ہے دیکھئے ہاتھ کا جھٹکا نہ کمر تک پہنچے

شوق ہے داد خدا ذوق ہے امداد خدا
داغ کیونکر نہ شہ جن و بشر تک پہنچے

کل داغ سے پوچھا یہ کسی نے کہ بتا تو کیا حال ہے اے بسمل صمصام جدائی
سرشار ہے کیوں بادۂ اندوہ میں غافل گردوں نے پلایا تجھے کیا جام جدائی
آنکھوں سے برستے ہیں جو اشک تمنا سینہ ہے ترا مخزن آلام جدائی
کیوں دل پہ ترا ہاتھ ہے کیوں چشم ہے پرنم ہے تجھ سے جدا کونسا آرام جدائی
آغاز جدائی کو جدائی نہ سمجھ تو ہوتا ہے وصال ایکدن انجام جدائی
ہاں صبر ہے درکار کہ اُس عربدہ جو پہ حسرت نہ کھلی وصل کی ہنگام جدائی
یہ سُن کے کہا ہائے نہ پوچھو یہ نہ پوچھو کچھ اور کرو ذکر نہ لو نام جدائی
کیا صدمۂ قلق کیا ہے کہاں کا غم ہجراں ہے رنج کا مذکور نہ یاں نام جدائی
احباب کہ تھے واقف اسرار محبت جھنجھلائے کہ او مورد الزام جدائی
ہم پوچھتے احوال خطا وار ہی ٹھہرے گویا کہ دیا ہم نے یہ پیغام جدائی
اک نالہ کیا داغ گرفتار کی صورت مطلع یہ پڑھا اُس نے بہ ابرام جدائی

اللہ نہ دے گردش ایام جدائی
کم صبح قیامت سے نہیں شام جدائی

صبر آنا تو محبت میں بہت مشکل ہے موت بھی تو نہیں اسکو وہ کا زوال ہے

ہجر ہے آفتِ جاں وصل بلائے دل ہے
آدمی کیلئے ہر طرح غرض مشکل ہے

شمع چپ آئینہ حیران ہے عاشق ششدر
واہ کیا عالمِ تصویر تری محفل ہے

تجھکو اے قیس ہے کیوں ناقہ و محمل کی تلاش
دل میں لیلیٰ ہے ترے دل ہے ترا محمل ہے

حشر کے دن تو ملو گے یہ کیا میں نے سوال
سوچ کر دیر میں ظالم نے کہا مشکل ہے

جمع ہیں کسقدر آشفتہ خدا خیر کرے
اُس کے ہر ہر شکنِ زلف میں اک اک دل ہے

ہم کو قسمت نے دیا داغ تمنا اے داغ
وہی ملتا ہے جسے انعام کے جو قابل ہے

چھوڑا ہے ساتھیوں کو پسِ کارواں مجھے
لیجائے دیکھئے مری قسمت کہاں مجھے

پڑتی ہے اُن کی آنکھ سرِ بزم جب کہیں
جاتے ہیں اک نگاہ پہ سو سو گماں مجھے

اے داغ اُسکے ہاتھ سے گر ہوں شہید میں
وہ موت بھی ہو زندگیِ جاوداں مجھے

ہر گھڑی مجھکو قسم غیر کی دی جاتی ہے
وصل میں اُنکی نئی چھیڑ چلی جاتی ہے

کبھی اقرار ہے تجھکو کبھی انکار وصال
بات تیری نہ اُٹھائی نہ دھری جاتی ہے

اک ترا نام کہ ہر دم ہے وظیفہ مجھکو
اک مری بات کہ برسوں میں سنی جاتی ہے

میرا اچھا نہ خدا نے کبھی چاہا اے داغ
غم تو بڑھتا ہے مگر عمر گھٹی جاتی ہے

یہ کس کی لو ہے اے دلِ مضطر لگی ہوئی
اک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

رکھئے قدم سنبھل کے رہِ عشق میں وہیں
آگے بڑھے جسکو ہو کبھی ٹھوکر لگی ہوئی

یارب ہو دل کی خیر کہ بیڈھب ہے آجکل — ہے گھات میں نگاہِ ستمگر لگی ہوئی
میرا ہی سا ہو حال تمہارا بھی ناصحو — چوٹ اک تمہیں بھی عشق کی گر ہو لگی ہوئی
بیشک ہے کچھ لگاؤ جو کرتا ہے یہ گریز — زاہد سے دخترِ رز ہے مقرر لگی ہوئی

ہیں آشنا نہیں بُتِ نا آشنا سے داغ
تہمت یہ مفت کی ہے مرے سر لگی ہوئی

کہنے دیتی نہیں کچھ منہ سے محبت تیری — لب پہ رہ جاتی ہے آ آ کے شکایت تیری
اب ترا لے دلِ بیتاب خدا حافظ ہے — کر چکے ہم تو محبت میں حفاظت تیری
دیکھئے کرتی ہے رسوائے زمانہ کیا کیا — مجھکو یہ چاہ مری تجھکو یہ صورت تیری
یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے ظالم — بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری

کوچۂ یار میں بھی جی نہیں لگتا اے داغ
دیکھئے جائیگی کس روز یہ وحشت تیری

وصل کی شب بھی وہی عادتِ پرہیز رہی — مہربانی بھی تمہاری ستم آمیز رہی
دام پھیلائے تری زلف دلاویز رہی — تیغ کھینچے ہوئے مجھ پہ نگہ تیز رہی
اس اشارے میں تا ملکِ عدم جا پہنچا — توسنِ عمر کو کیا حاجتِ مہمیز رہی

گو کہ تیزی ہے طبیعت میں تمہاری اے داغ
بات پر سامنے آنکے نہ کبھی تیز رہی

کوئی کمی نہ کی تھی دلِ بیقرار نے — مجھکو بچا لیا مرے پروردگار نے
غیروں کو آج بزم میں اسکی رلا دیا — بے اختیار نالۂ بے اختیار نے

اے داغ ہائے داغ ہے عہد شباب کا
کیا داغ کھائے تیرے دل داغدار نے

چلے ہو لیکے دل ہمراہ تم آنا یہاں پھر بھی
کرم کرنا ہمارے حال پر اے مہرباں پھر بھی

ابھی سمجھے نہیں تم ماجرائے دل کی کیفیت
سنائیں گے تمہیں ہم ایکدن یہ داستاں پھر بھی

دئیے ہیں امتحاں کیا کیا کوئی انصاف سے دیکھے
رہا وہ بے مروت ہائے ہم سے بدگماں پھر بھی

تجھے ہے داغ کیا ارمان ایام گذشتہ کا
دوبارا جا کے آتی ہے کہیں عمر رواں پھر بھی

آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے
تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

آہ لب پر آئے تھم تھم کر کہ تم گھبرا نجاؤ
درد دل میں ہو مگر کم کم تمہارے سامنے

قتل کر ڈالو ہمیں یا جرم الفت بخشدو
لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے

اب یہ بیباکی وہ دن بھی یاد ہیں جب چھپ گئے
آگیا جب کوئی نا محرم تمہارے سامنے

حال دل میں کچھ نہو تاثیر یہ ممکن نہیں
کوئی اتنا ہو کہے ہر دم تمہارے سامنے

مجکو اس سر کی قسم ابتک وہی ہے اضطراب
داغ مضطر کا جو تھا عالم تمہارے سامنے

پھر کہیں چھپتی ہے جب ظاہر محبت ہو چکی
ہم بھی رسوا ہو چکے انکی بھی شہرت ہو چکی

دیکھکر آئینہ آپی آپ وہ کہنے لگے — شکل یہ پریوں کی یہ حوروں کی صورت ہو چکی
مر گئے ہم مر گئے اس ظلم کی کچھ حد بھی ہے — بیوفائی ہو چکی اے بے مروت ہو چکی
عہد سے ضد سے قسم سے قول سے تکرار سے — دل دیا اُن کو مگر جب خوب حجت ہو چکی

اس زمیں میں شعر کہنے کا مزا پاؤگے داغ
ابتو جو ہونی تھی اے حضرت ملامت ہو چکی

گو دل آزار ہو اچھوں کا خیال اچھا ہے — سو بلاؤں سے پھر ارمانِ وصال اچھا ہے
یہ تری چشمِ فسوں گر میں کمال اچھا ہے — ایک کا حال بُرا ایک کا حال اچھا ہے
تاک کر دل کو وہ فرماتے ہیں مال اچھا ہے — یہ خدا کی قسم انداز سوال اچھا ہے
وہ عیادت کو مری آتے ہیں لو اور سنو — آج ہی خوبیٔ تقدیر سے حال اچھا ہے
مرضِ عشق کی صحت کے اُٹھائے الزام — ہم مرے جاتے ہیں جب غیر سے حال اچھا ہے
گریۂ شب سے جو تاثیر کی اُمید بندھی — ہنس کے تقدیر پکاری کہ خیال اچھا ہے
آپکی جس میں ہو مرضی وہ مصیبت بہتر — آپکی جسمیں خوشی ہو وہ ملال اچھا ہے

داغ تم اور پڑھو شعر ابھی چُپ نہ رہو
کہ یہاں مجمع اربابِ کمال اچھا ہے

اک دکاں میں ابھی رکھ آئے ہیں ہم اپنا دل — دور سے سب کو بتاتے ہیں وہ مال اچھا ہے
لوگ کہتے ہیں بھلائی کا زمانہ نہ رہا — یہ بھی کہدیں کہ برائی کا مآل اچھا ہے
ایسے بیمار کی افسوس دوا ہو کیونکر — ابھی دم بھر میں بُرا ہے ابھی حال اچھا ہے
دل میں تو خوش ہیں تسلی کو مری کہتے ہیں — آپ مرنے کے نہیں آپکا حال اچھا ہے

عرصۂ حشر میں سب ہو گئے خواہاں اُس کے
لوگ کہتے ہیں اشاروں سے یہ مال اچھا ہے

ہم سے پوچھے کوئی دنیا میں ہے کیا شے اچھی
رنج اچھا ہے غم اچھا ہے ملال اچھا ہے

آپ پچھتائیں نہیں جور سے توبہ نہ کریں
آپ گھبرائیں نہیں داغ کا حال اچھا ہے

یوں چلیے راہِ شوق میں جیسے ہوا چلے
ہم بیٹھ بیٹھ کر جو چلے بھی تو کیا چلے

بیٹھے اُداس اُٹھے پریشان خفا چلے
پوچھے تو کوئی آپ سے کیا آئے کیا چلے

بیٹھا ہے اعتکاف میں کیا داغ روزہ دار
اے کاش میکدے کو یہ مردِ خدا چلے

نکال اب تیر سینے سے کہ جانِ پُر الم نکلے
جو یہ نکلے تو دل نکلے جو دل نکلے تو دم نکلے

تمنا وصل کی اک رات میں کیا اے صنم نکلے
قیامت تک یہ نکلے گر نہایت کم سے کم نکلے

نہ اُٹھے مر کے بھی ایسے ترے کوچہ میں ہم بیٹھے
محبت میں اگر نکلے تو ہم ثابت قدم نکلے

سمجھ کر رحمدل تم کو دیا تھا ہم نے دل اپنا
مگر تم تو بلا نکلے غضب نکلے ستم نکلے

دمِ پرسش جو دیکھا اُس بتِ سفاک کو مضطر
صفِ محشر سے دل پکڑے ہوئے گھبرا کے ہم نکلے

گئے ہیں رنج و غم اے داغ بعد مرگ ساتھ اپنے
اگر نکلے تو یہ اپنے رفیقانِ عدم نکلے

دیکھ سکتے نہیں اس بزم میں اغیار مجھے
لے چلی ہائے کہاں حسرتِ دیدار مجھے

مانگتا ہے مرے جینے کی دعائیں ظالم
جان کر جی سے خفا جان سے بیزار مجھے

بوئے ہیں تیری محبت نے ہزاروں کانٹے
دل ملا ہے کہ ملا وادیِ پُر خار مجھے

دل مرا لیکے وہ چھپتا ہیں دل میں لے داغ
نظر آتی ہے پھری چشم خریدار مجھے

لگ چلی بادِ صبا کیا کسی مستانے سے
جھومتی آج چلی آتی ہے میخانے سے

چور ہو جاؤں مگر جاؤں نہ میخانے سے
عہد شیشے سے تو پیمان ہے پیمانے سے

فکر ہے دوست کا احوال سناؤں کیونکر
ٹکڑے ہوتا ہے کلیجا مرے افسانے سے

کر دیا صاف الگ دل نے ہمیں الفت میں
ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں بیگانے سے

جانشیں قیس کے سب وحشی صحرا ہو جائیں
دشت آباد نہ ہو گر ترے دیوانے سے

نگہِ مست تری گر ہے پڑی دل پہ مرے
لغزشِ پا نہ سنبھالی گئی مستانے سے

ایک چلو میں بہت داغ بہک اُٹھتے تھے
آج سنتے ہیں نکالے گئے میخانے سے

آتشِ شوق کو کب دل سے جدا رکھا ہے
اس لگی کو تو کلیجے سے لگا رکھا ہے

اس قدر تو ہے ترا پردہ نشیں پاس حجاب
کہ ترے درد کو بھی دل میں چھپا رکھا ہے

دلِ گم گشتہ کے مذکور پہ ایسے بگڑے
کہ بڑی دیر سے منہ تم نے بنا رکھا ہے

شانہ ہے گل ہے کہ دل ہے مجھے معلوم نہیں
دیکھ لو زلف گرہ گیر میں کیا رکھا ہے

ستم ایجاد کا اندازِ ستم تو دیکھو
امتحانِ عشق و ہوس کا یہ بنا رکھا ہے

ہر گھڑی عاشق مضطر سے وہ ملتی ہے شبیہ
نقشہ بگڑی ہوئی صورت کا بنا رکھا ہے

شکوۂ ہجر سے لے داغ اثر کی اُمید
آپ نے نامِ شکایت کا دھرا رکھا ہے

ہم بھی جگر کو تھام لیں دلکو سنبھال لیں ۔۔۔ تھم تھم کے رُخ سے زلف چلیپا اُٹھائیے
انداز یہ کہ جان نہیں چھوڑتے کے آپ ۔۔۔ تاکید یہ کہ ناز ہمارا اُٹھائیے
ہر چند کوہ سے بھی گراں تر ہے بارِ عشق ۔۔۔ ہمت یہ کہہ رہی ہے کہ تنہا اُٹھائیے

وہ داغ دردمند جو کل تک مریض تھا
آج آکے آپ اُس کا جنازہ اُٹھائیے

جس سے جاں بر ہوں وہ تدبیر جفا کونسی ہے ۔۔۔ موت کی کوئی بتائے تو دوا کونسی ہے
تجھکو مشکل دل بیتاب بتا کونسی ہے ۔۔۔ ایسی چلتی ہوئی وہ تیغ ادا کونسی ہے
گو بُرا ہوں مگر اچھا ہوں کہ چاہا تجھکو ۔۔۔ میری تقصیر ہے کیا میری خطا کونسی ہے
ناز کرتے ہیں وہ ہر ناز پہ یہ کہہ کہکر ۔۔۔ اسکو کہتے ہیں ادا اور ادا کونسی ہے
اُف نہ کی ہم نے تہ تیغ جفا اے ظالم ۔۔۔ اس سے بڑھکر رہ تسلیم و رضا کونسی ہے

کیا کہوں گا جو کہا اُس نے کہ اچھا کہئے
بات اے داغ محبت کے سوا کونسی ہے

راز الفت کا نہ ہر اک ہمنشیں سے پوچھئے ۔۔۔ یہ ہمیں کچھ جانتے ہیں یہ ہمیں سے پوچھئے
آپ بیٹھے جو دئیے ہیں رنج سب کھل جائینگے ۔۔۔ اس دل غمگیں سے اس جان حزیں سے پوچھئے
میری خاموشی کا باعث پوچھئے مجھسے نہ کچھ ۔۔۔ یہ حقیقت اپنی چشم سرگیں سے پوچھئے
داد کوئی دے سکے کیا اس خرام ناز کی ۔۔۔ کیا زمیں کے دم پہ بنتی ہے زمیں سے پوچھئے

جانتا ہے دل ہی داغ عشق کا اے داغ لطف
یہ فروغ روسیاہی اس نگیں سے پوچھئے

رنج صحبت سے جو واقف دلِ شیدا ہو جائے   داغِ ارمان بنے دردِ تمنا ہو جائے
قابلِ رحم ہے اُس شخص کی رسوائی بھی   پردے پردے ہی میں کمبخت جو رسوا ہو جائے
ہائے کہنا وہ کسی بُت کا دمِ نظارہ   آنکھ بھر کر ہمیں دیکھے تو بس اندھا ہو جائے
دشمنِ جاں نہ سہی آپ مسیحا ہی سہی
داغِ رنجور کسی طرح سے اچھا ہو جائے

نہ تمنائے ستم یاں نہ وہاں مشقِ جفا   وہ ہمیں بھول گئے اب اُنھیں ہم بھول گئے
لیکے دل آپ جگر چھوڑ گئے سینے میں   اک رقم یاد رہی ایک رقم بھول گئے
عشق کی راہ میں جب کافرِ دیندار آئے
حسن کے سب داغ رہِ دیر و حرم بھول گئے

عشق جس کو نہ ہوا ایسا نہیں انساں کوئی   آ گئے تقدیر سے خوش ہو کہ پشیماں کوئی
ہے حسینوں کی عدالت میں اُسی کی بخشش   ہو جو ناکردہ خطا دل سے پشیماں کوئی
دل میں چبھ جاتی ہیں کس طرح تمھاری آنکھیں   سرخ دیکھا نہ کبھی ناوکِ مژگاں کوئی
مٹ چلی ہے خلشِ دل مگر اب بھی اے داغ
پھانس کی طرح کھٹک جاتا ہے ارماں کوئی

کیا شبِ ہجر مرے سر پہ بلا لاتی ہے   اپنے ہمراہ اجل کو بھی لگا لاتی ہے
نہیں معلوم کہ ہے منزلِ مقصود کہاں   عرش تک کی تو خبر آہِ رسا لاتی ہے
کوچۂ یار میں یہ حسرتِ دیدار مجھے   روز لیجا کے نئی سیر دکھا لاتی ہے
مجھکو اے داغ کئی دن سے وہ یہ کہتے ہیں   تجھکو کمبخت یہاں تیری قضا لاتی ہے

جاتے تھے منہ چھپائے ہوئے میکدہ کو ہم — آتے ہوئے اُدھر سے کئی پارسا ملے
لو اور دل ملائیں تمہاری نگاہ سے — شوخی سے شوخی اور حیا سے حیا ملے

اے داغ اپنی وضع ہمیشہ یہی رہی
کوئی کھچا کھچے کوئی ہم سے ملا ملے

بیدرد ہیں جو درد کسی کا نہیں رکھتے — ایسے بھی ہیں یارب کہ تمنا نہیں رکھتے
بیباک ہو سفاک ہو جو آج ہو تم ہو — بندے ہو مگر خوف خدا کا نہیں رکھتے

اے داغ کس کام کی مستی و جوانی
تم اس میں جو اندیشۂ فردا نہیں رکھتے

ہم تو اُس آنکھ کے ہیں دیکھنے والے دیکھو — جس میں شوخی ہے بہت اور حیا تھوڑی سی
منصفی شرط ہے آخر کوئی کب تک بخشے — روز ہو جاتی ہے بھولے سے خطا تھوڑی سی

داغ یہ مے ہے یہ ساغر ہے کہاں کی توبہ
پی خدا کیلئے اے مرد خدا تھوڑی سی

آنکھوں سے لڑے گیسوئے خمدار سے اُلجھے — یہ حضرتِ دل روز ہی دو چار سے اُلجھے
اٹکے تو کسی چشم فسوں ساز سے اٹکے — اُلجھے تو کسی طرۂ طرار سے اُلجھے
محشر میں سزا عشق کے مجرم کو کہاں ہے — معلوم ہو جو تیرے گنہگار سے اُلجھے

کھلتے نہیں تم داغ اُلجھتی ہے طبیعت
اچھے کسی عیار سے مکار سے اُلجھے

تم نے بدلے ہم سے گن گن کر لئے — ہم نے کیا چاہا تھا اس دن کے لئے

وصل میں تنگ آکے وہ کہنے لگے کیا یہ جوبن تھا اِسی دن کے لئے

آجکل میں داغ ہو گئے کامیاب
کیوں مرے جاتے ہو دو دن کے لئے

قول تیرا شوق میرا چاہئے جھوٹ سچ کیواسطے کیا چاہئے
اے فلک سامانِ محشر ہی سہی اپنی آنکھوں کو تماشا چاہئے
ہو سکے کیا اپنی وحشت کا علاج تیرے کوچے میں بھی صحرا چاہئے
کیجئے تیغ تبسم سے ہلاک جو رہی اچھوں کا اچھا چاہئے
تیرے جلوے کا تو کیا کہنا مگر دیکھنے والے کو دیکھا چاہئے

کیوں نہیں دیتے تسلّی داغ کو
اُس سے لیجے گر تمنّا چاہئے

جو نکلا پیچ سے کاکل کے دل زلف دوتا لپٹی چھٹا جب اک بلا سے دوسری پیچھے بلا لپٹی
صبا اٹکھیلیاں کرتی ہے کیا کیا راہ میں اُن سے کبھی کاکل سے آ لپٹی کبھی دامن سے جا لپٹی
گھڑی بھر میں اُنکی آنکھیں دیکھنا کیا شرم و شوخی میں
نگاہوں سے ادا لپٹی تو پلکوں سے حیا لپٹی

نگہ شوق بے اثر نہ ہوئی تم کو پردے میں کیا نظر نہ ہوئی
تارے گنتے ہو شام سے شب وصل کیا کروگے اگر سحر نہ ہوئی
دلِ ویراں میں غم رہا تھا کبھی بیٹھے اِدھر آدھر نہ ہوئی
شب فرقت کے جاگنے والے ایسے سوئے کہ پھر خبر نہ ہوئی

اِس نزاکت سے قول اُس نے دیا　　　ہاتھ کی ہاتھ کو خبر نہ ہوئی

کیا تلوّن مزاج ہو اے داغ
چار دن بھی کہیں بسر نہ ہوئی

دیئے داغ نے امتحاں کیسے کیسے　　　مٹائے ہیں اُن کے گماں کیسے کیسے
شکایت حکایت ہی میں رات گذری　　　رہے تذکرے درمیاں کیسے کیسے

وطن سے چلے داغ جب ہم دکن کو
چھٹے اہل ہندوستاں کیسے کیسے

یہ آمد ہے کہ آفت ہے نگہ کچھ ہے ادا کچھ ہے　　　الٰہی خیر مجھ سے آشنا بیگانہ آتا ہے
رُخ روشن کے آگے شمع رکھکر وہ یہ کہتے ہیں　　　اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے
کبھی چلنا کبھی رُکنا کبھی ہلنا کبھی کھچنا　　　ترے خنجر کو ہر اندازِ معشوقانہ آتا ہے
دغا شوخی شرارت بیحیائی فتنہ پردازی　　　تجھے کچھ اور بھی اے نرگسِ مستانہ آتا ہے

وہی جھگڑا ہے فرقت کا وہی قصہ ہے الفت کا
تجھے اے داغ کوئی اور بھی افسانہ آتا ہے

میری تصویر بھی دیکھی تو کہا شرما کر　　　یہ بڑا شخص ہے اسکی نہیں نیت اچھی
کس صفائی سے کیا وصل کا تو نے انکار　　　اس محل پہ تو زباں تیری ہی لکنت اچھی

زور و زر سے کہیں داغ حسیں ملتے ہیں
اپنے نزدیک تو ہے سب سے اطاعت اچھی

منا لیتے ہیں ہر مظلوم کو وہ عذر خواہی سے　　　گنہگاروں کو نفرت ہو گئی ہے بے گناہی سے

نہ اٹھیں کوچۂ قاتل سے لاشیں ناتوانوں کی
فلک تنکے ہی چن لائے نسیم صبحگاہی سے

سیہ کاری سے تیری کاتب اعمال حیراں ہے
کہ اس کا نامۂ اعمال لکھیں کس سیاہی سے

نہ دھو آپ وضو سے داغ پیشانی کو لے زاہد
ارے ناداں یہ دھبہ مٹے گا روسیاہی سے

نشۂ درویش خو نے لطف پایا دین و دنیا کا
یہ دولت لی گدائی سے وہ دولت بادشاہی سے

مبارک دوستوں کو آئیں اٹھیں بزم عشرت میں
جناب داغ اچھے ہو گئے فضل الٰہی سے

پھر خدا جانے کہاں تم ہم کہاں
عیش و عشرت کی یہی اک رات ہے

بات کرنی بھی نہ آتی تھی تمہیں
یہ ہمارے سامنے کی بات ہے

داغ سے جا کر ملے تھے ہم بھی آج
آدمی خوش وضع خوش اوقات ہے

کہاں تھے رات کو ہم سے ذرا نگاہ ملے
تلاش میں ہو کہ جھوٹا کوئی گواہ ملے

ترا غرور سمایا ہے اس قدر دل میں
نگاہ بھی نہ ملاؤں جو بادشاہ ملے

یہ ہے مزے کی لڑائی یہ ہے مزے کا ملاپ
کہ تجھ سے آنکھ لڑی اور پھر نگاہ ملے

مثل سنی ہے کہ ملنے سے کوئی ملتا ہے
ملو تو آنکھ ملے دل ملے نگاہ ملے

تم کو جامۂ شب تو بصر کو پردۂ چشم
کئی لباس ترے نور کو سیاہ ملے

نوید بخشش عصیاں اسے سنا دینا
جو شرمسار کہیں داغ روسیاہ ملے

اس لئے وصل سے انکار ہے ہم جان گئے
یہ نہ سمجھے کوئی کیا جلد کہا مان گئے

خانۂ دل ہے الٰہی کہ مسافر خانہ
کتنے ہی آئے یہاں کتنے ہی ارمان گئے

بندۂ عشق ہوا ایسے کہ الٰہی توبہ
تم تو معشوق کو لے داغ خدا مان گئے

شبنم سے شب ہجر کی ظلمت نہیں جاتی
سو شوپ پڑیں تو بھی یہ رنگت نہیں جاتی

سر جاتا ہے سر سے ترا سودا نہیں جاتا
دل جاتا ہے دل سے تری الفت نہیں جاتی

اللہ سے محشر میں کہونگا ترے آگے
مجبور ہوں میں اُس کی محبت نہیں جاتی

اول تو انھیں شرم رہی مجھ سے نہ بولے
جب شرم گئی وصل کی حجت نہیں جاتی

جاتی ہے مری جان یہ میں کہہ نہیں سکتا
جبتک اُسے تم دو نہ اجازت نہیں جاتی

سوجاتے ہیں اٹھ اٹھ کے جگانے سے شب وصل
اُن نیند بھری آنکھوں کی غفلت نہیں جاتی

اے داغ برا مان نہ تو اُس کے کہے کا
معشوق کی گالی سے تو عزت نہیں جاتی

ساتھ شوخی کے کچھ حجاب بھی ہے
اس ادا کا کہیں جواب بھی ہے

عشق بازی کو ہے سلیقہ شرط
یہ گنہ بھی ہے یہ ثواب بھی ہے

ہوش میں ہو تو کچھ کہیں تم سے
نشہ میں ہے خمار خواب بھی ہے

داغ کا کچھ پتا نہیں ملتا
کہیں وہ خانماں خراب بھی ہے

آپکا اعتبار کون کرے
روز کا انتظار کون کرے

ذکر مہر و وفا تو ہم کرتے
پر تمھیں شرمسار کون کرے

جو ہو اُس چشم مست سے بیخود — پھر اُسے ہوشیار کون کرے
تم تو ہو جان اک زمانے کی — جان تم پر نثار کون کرے
داغ کی شکل دیکھ کر بولے
ایسی صورت کو پیار کون کرے

ناروا کہیے نا سزا کہیے — کہیے کہیے مجھے بُرا کہیے
آپ کا خیر خواہ میرے سوا — ہے کوئی اور دوسرا کہیے
ہاتھ رکھ کر وہ اپنے کانوں پر — مجھ سے کہتے ہیں ماجرا کہیے
ہوش جاتے رہے رقیبوں کے
داغ کو اور باوفا کہیے

گلہ کیسا کہاں کا رنج کس کا جان بلب ہونا — جب اُس نے پیار سے پوچھا تمہارا دم نکلتا ہے
تمہیں میرے مسیحا ہو تمہیں میری تمنا ہو — تمہیں پر جان جاتی ہے تمہیں پر دم نکلتا ہے
الٰہی خیر کرنا آج کوئی داغ کے گھر سے
نہ بے شیون نکلتا ہے نہ بے ماتم نکلتا ہے

ہائے وہ دن کہ میسر تھی ہمیں رات نئی — روز معشوق نیا روز ملاقات نئی
بات کرتی نہیں لے لیتی ہے چٹکی دل میں — یہ تو ہے آپ کی تصویر میں اک بات نئی
رنگ مے دیکھ کے ہم صاف بتا دیتے ہیں — یہ پرانی ہے یہ لے پیر خرابات نئی
داغ سا بھی کوئی شاعر ہے ذرا سچ کہنا
جس کے ہر شعر میں ترکیب نئی بات نئی

یہ ٹپکتا ہے تیری چتون سے — کہ اشارے ہوئے ہیں دشمن سے
ہائے مجبوریاں محبت کی — حال کہنا پڑا ہے دشمن سے
ساعتِ وصل کے لئے ہم داغ
پوچھتے رہتے ہیں برہمن سے

تھک تھک کے نہ بیٹھیں گے نہ مر مر کے اُٹھیں گے — اب ظلم نہ ہم سے دلِ مضطر کے اُٹھیں گے
افسانۂ غم اُن کو سناؤں نہ سناؤں — ڈرتا ہوں کہ وہ خواب میں ڈر ڈر کے اٹھیں گے
ہم لطف کے بندے ہیں خدا کی قسم اے داغ
ہم سے نہ کبھی نازِ ستمگر کے اُٹھیں گے

آشفتگی کسی کی اثر کچھ تو کر گئی — بن بن کے زلف رخ پہ تمہارے بگڑ گئی
کیا کہئے کس طرح سے جوانی گذر گئی — بدنام کرنے آئی تھی بدنام کر گئی
زاہد شرابِ ناب کی تاثیر کچھ نہ پوچھ — اکسیر ہے جو حلق کے نیچے اُتر گئی
رہتی ہے کب بہارِ جوانی تمام عمر — مانندِ بوئے گل اِدھر آئی اُدھر گئی
اے داغ کیا کہوں شبِ فرقت کی واردات
جو میرے ہاتھ سے مرے دل پر گذر گئی

جور کے بعد ہے کیوں لطف یہ عادت کیا ہے — تم تلافی جو کرو اِس کی ضرورت کیا ہے
ایک دن مان ہی جاؤ گے ہمارا کہنا — تم کہے جاؤ یہی تیری حقیقت کیا ہے
پوچھ لیتے ہیں یہ دستور ہے جلاّدوں کا — مجھ سے قاتل نے نہ پوچھا تری حسرت کیا ہے
رحمتِ عام کا اظہار ہے اس پردے میں — ورنہ پھر بندہ نوازی کی ضرورت کیا ہے

بوسہ مانگا تو کہا اُس نے بدل کر چتون آپکو یہ بھی خبر ہے مری عادت کیا ہے

کیا کہوں کس سے کہوں دل کی حقیقت اے داغ
سب یہی پوچھتے ہیں کہئے تو حضرت کیا ہے

افسردہ دل کبھی خلوت نہ انجمن میں رہے بہار ہو کے رہے ہم تو جس چمن میں رہے
شریک آہ و فغاں بھی سخن سخن میں رہے جو میں رہوں تو بڑی دھوم انجمن میں رہے
ترا وہ حسن ہے اے شعلہ رو جو تو چاہے بغیر شمع کے پروانہ انجمن میں رہے
زبان نے نہ عدو کو کہ یہ تو وہ شے ہے ترے دہن میں رہے یا مرے دہن میں رہے

مسافری میں جب آرام پاؤ گے اے داغ
کہ تم سفر میں رہو آسماں وطن میں رہے

وہ آئے خندہ پیشانی کہیں سے تبسم ہے عیاں چین جبیں سے
ملے کیا کوئی اُس پردہ نشیں سے چھپالئے منہ جو صورت آفریں سے
اُسے افسانہ غم ڈرتے ڈرتے سُنایا کچھ کہیں سے کچھ کہیں سے
انھوں نے دل لیا ہے مفت وہ بھی بڑی حجت سے نفرت سے نہیں سے
تمہیں بیداد گر اللہ کی شان جفا کی داد میں چاہوں تمہیں سے
تمہارے گھر میں ہے اُس کا ٹھکانہ گیا گذرا ہے جو دنیا و دیں سے
قیامت کا تو وعدہ اُس پہ انکار کلیجا پک گیا تیری نہیں سے
یہ جانِ ناتواں لیجے وہ دیکھے بدلتی ہیں نگاہ شرمگیں سے
ٹپکتا ہے عرق بن بن کے آنسو عیاں ہے گریہ قسمت جبیں سے

بتاؤں نام لے دربان تجھے کیا یہ کہدے کوئی آیا ہے کہیں سے
مرا احمد ملے محشر میں مجھکو کروں گا عرض رب العالمیں سے
کبھی دیکھا ہے اتنا داغؔ کو خوش
چلے آتے ہیں یہ حضرت وہیں سے

پوچھتا جا مرے مرقد پہ گذرنے والے کیا گذرتی ہے تری جان پہ مرنیوالے
مرحبا اے دل و دیں لیکے مکرنے والے ہاتھ کانوں پہ مرے نام سے دھرنیوالے
داغ دل داغ جگر نقش جفا نقش وفا نہ مٹائے سے مٹیں گے یہ ابھرنے والے
یہی اقرار یہی قول یہی وعدہ تھا او دغا باز فسوں ساز مکرنے والے
آپ محشر میں نہیں قول کے سچے کیا خوب انگلیاں اٹھیں گی وہ آئے مکرنے والے
گالیاں غیر کو دیتا ہوں سنو تم خاموش میں بھی دیکھوں تو بڑے بات نہ کرنیوالے
دختر رز ہے بہت تیز مزاج لے زاہد تیرا کیا منھ ہے اسے بھرتے ہیں بھرنے والے
داغؔ کہتے ہیں جنھیں دیکھیئے وہ بیٹھے ہیں
آپ کی جان سے دور آپ پہ مرنے والے
ایک تو حسن بلا اس پہ بناوٹ آفت
گھر بگاڑیں گے ہزاروں کے سنورنے والے
حشر میں لطف ہو جب اُن سے ہوں دو دو باتیں
وہ کہیں کون ہو تم ہم کہیں مرنے والے

غسل میّت کی شہیدوں کو ترے کیا حاجت

بے نہائے بھی نکھرتے ہیں نکھرنے والے

حضرت داغ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے

اور ہوں گے تری محفل سے ابھرنے والے

تمام شد

نیشنل پریس الہ آباد میں باہتمام رمضان علی شاہ چھپا۔

National Press Urdu Literature Series No. 19.

DEWAN-I-DAGH

BY

FASIH-UL-MULK

Nawab Mirza Khan Dagh Dehlvi

دیوان داغ

مصنفہ

مرزا داغ دہلوی

ALLAHABAD

RAM NARAIN LAL

PUBLISHER AND BOOKSELLER

1934

Annas Ten.